ماہنامہ

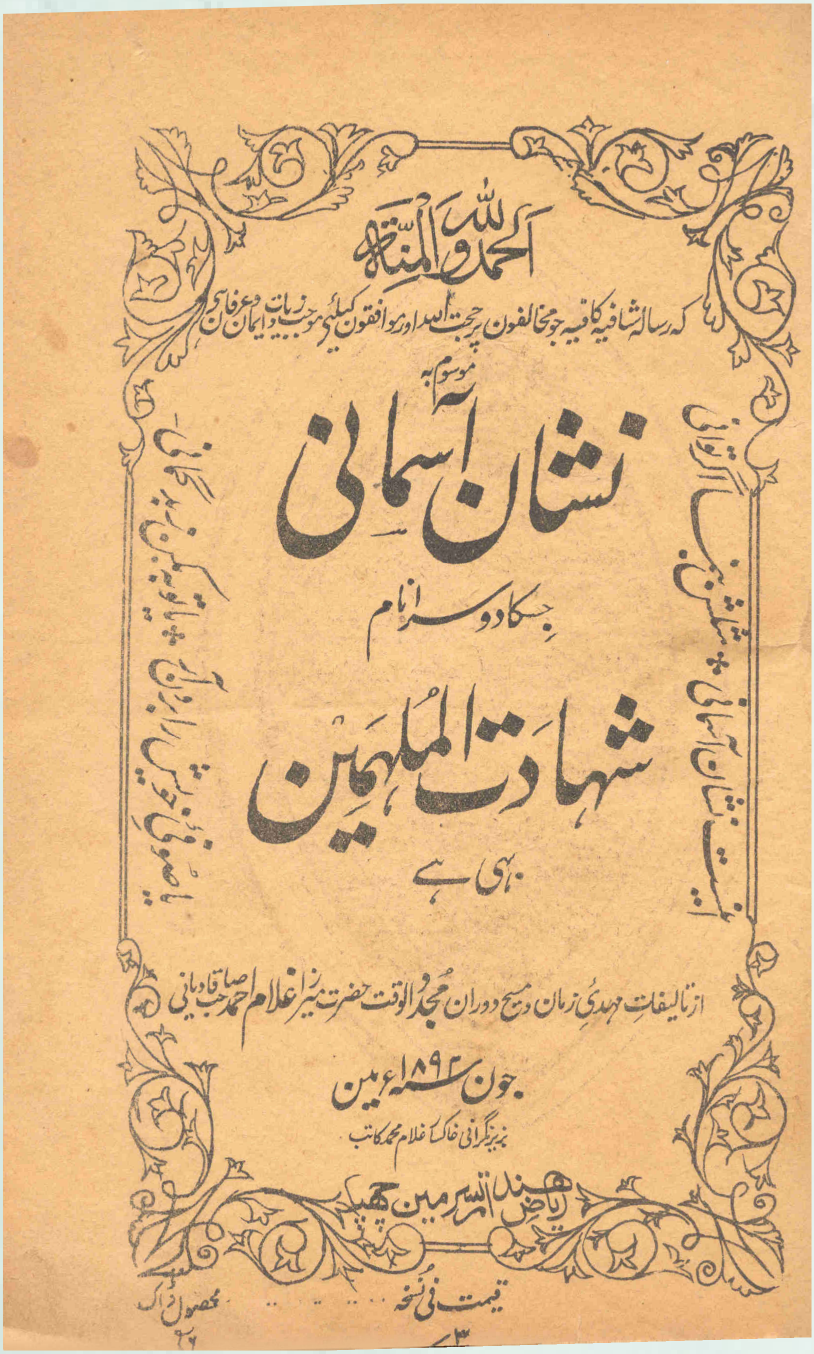
موازنۂ مذاہب

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

جون 2026ء | احسان 1405 ھجری شمسی | ذوالحجہ 1447 ھجری قمری | جلد 15 نمبر 06

https://www.alislam.org/periodical/muwazna-e-madhahib



ٹائٹل طبع اول ''نشان آسمانی''

تفصیلی تعارف کے لئے دیکھیں صفحہ 29 رسالہ ہٰذا

ماہنامہ

موازنہ مذاہب

جون 2026ء | احسان 1405 ہجری شمسی
ذوالحجہ 1447 ہجری قمری
جلد 15 نمبر 06

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین



اداریہ

دوسری شرط بیعت

"یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔" (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563، 564)

حضرت ابوذرؓ غفاری سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فسق کی تہمت نہ لگائے اور نہ اس پر کفر کی تہمت لگائے مگر وہ اس پر لوٹے گا اگر اس کا ساتھی (جسے متہم کیا گیا ہے) ایسا نہ ہو۔

(صحیح بخاری کِتَابُ الأَدَبِ باب مَا يُنْهَى مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ حدیث نمبر 6045)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اُس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رلیارام کے وکیل ہند اخبار کے متعلق تھا۔ میرے اُس خط کو خلافِ قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجُز اس کے رہائی نہیں جو اُس خط سے انکار کر دیا جاوے۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں۔ مگر میں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاک خانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اُس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اُس کو جزوِ مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اُس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔

میں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گذارہ نہیں۔ ایسی باتیں نِری بیہودگیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گذارہ نہیں۔ میں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو

اختیار کیا۔ اُس نے ہماری رعایت رکھی۔ اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہو گئی۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 351،350)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

”پہلا خُلق اِحْصَان کے نام سے موسوم ہے اور اس لفظ سے مراد خاص وہ پاک دامنی ہے جو مرد اور عورت کی قوت تناسل سے علاقہ رکھتی ہے اور مُحْصِنْ یا مُحْصِنَۃٌ اس مرد یا اس عورت کو کہا جائے گا کہ جو حرام کاری یا اس کے مقدمات سے مجتنب رہ کر اس ناپاک بدکاری سے اپنے تئیں روکیں جس کا نتیجہ دونوں کیلئے اس عالم میں ذلت اور لعنت اور دوسرے جہان میں عذاب آخرت اور متعلقین کیلئے علاوہ بے آبروئی نقصان شدید ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کی بیوی سے ناجائز حرکت کا مرتکب ہو یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اس کے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے ظہور میں آویں تو کچھ شک نہیں کہ اس غیرت مند مظلوم کی ایسی بیوی کو جو زنا کرانے پر راضی ہو گئی تھی یا زنا بھی واقع ہو چکا تھا، طلاق دینی پڑے گی اور بچوں پر بھی اگر اس عورت کے پیٹ سے ہوں گے بڑا تفرقہ پڑے گا اور مالک خانہ یہ تمام نقصان اس بدذات کی وجہ سے اٹھائے گا۔

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خُلق جس کا نام اِحْصَان یا عفت ہے یعنی پاکدامنی۔ یہ اسی حالت میں خُلق کہلائے گا جبکہ ایسا شخص جو بدنظری یا بدکاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے یعنی قدرت نے وہ قویٰ اس کو دے رکھے ہیں جن کے ذریعہ سے اس جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ اس فعل شنیع سے اپنے تئیں بچائے اور اگر بباعث بچہ ہونے یا نامرد ہونے یا خوجہ ہونے یا پیر فرتوت ہونے کے یہ قوت اس میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں ہم اس کو اس خُلق سے جس کا نام اِحْصَان یا عفت ہے موصوف نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عفت اور اِحْصَان کی اس میں ایک طبعی حالت ہے۔ مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ طبعی حالتیں خلق کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اس وقت خُلق کی مد میں داخل کی جائیں گی جبکہ عقل کے زیر سایہ ہو کر اپنے محل پر صادر ہوں یا صادر ہونے کی قابلیت پیدا کر لیں۔ لہٰذا جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ بچے اور نامرد اور ایسے لوگ جو کسی تدبیر سے اپنے تئیں نامرد کر لیں اس خُلق کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے گو بظاہر عفت اور اِحْصَان کے رنگ میں اپنی زندگی بسر کریں بلکہ تمام صورتوں میں ان کی عفت اور اِحْصَان کا نام طبعی حالت ہو گا نہ اور کچھ۔ اور چونکہ یہ ناپاک حرکت اور اس کے مقدمات جیسے مرد سے صادر ہو سکتے ہیں۔ ویسے ہی عورت سے بھی صادر ہو سکتے ہیں لہٰذا خدا کی پاک کتاب میں دونوں مرد اور عورت کیلئے یہ تعلیم فرمائی گئی ہے۔

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ (النور:31)۔ وَ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ

يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَ يَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَ لَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَ لۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ ۖ . . . وَ لَا يَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِيۡنَ مِنۡ زِيۡنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيۡعًا اَيُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (النور:32) وَ لَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا (بنی اسرائیل:33) وَ لۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا (النور:34)۔ وَ رَهۡبَانِيَّةَ ۨابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ . . . فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (الحدید:28)

یعنی ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقعہ پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں۔ ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں۔ ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کیلئے عمدہ طریق ہے۔ ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُر شہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں۔ اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔

اور دوسرا طریق بچنے کیلئے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے۔ زنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ زنا کی راہ بہت بری راہ ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کیلئے سخت خطرناک ہے۔ اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار رہیں یا خوجے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں۔ مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کئے اس لئے وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نبھا نہ سکے۔ خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا۔ اور نیز اگر

اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ عضو مردمی کو کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار اس بات پر ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے۔ اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا۔ ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے۔ مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اس کو کیا ثواب ملے گا۔ کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے؟

پاکدامن رہنے کیلئے پانچ علاج

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق اِحصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کیلئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کیلئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں۔ یعنی یہ کہ (1) اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا (2) کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ (3) نامحرموں کے قصے نہ سننا (4) اور دوسری تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اپنے تئیں بچانا (5) اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام سے ہی خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذباتِ شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں۔ اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں۔ نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے۔ اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ

درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جنبش کر سکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچالینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کیلئے اس تمدنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خُلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خُلق ہے۔ جس کو اِحْصَان اور عفت کہتے ہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 340 تا 344)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"آج ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ... ہم نے جن تدبیروں اور حیلوں پر انحصار کیا، انہی کو سب کچھ سمجھا یا یہ چیزیں صرف ہم نے تدبیر کے طور پر استعمال کیں اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر ان تدبیروں سے اللہ تعالیٰ کی خیر اور برکت چاہی۔ اپنے آپ کا انصاف کی نظر سے جائزہ خود ہمیں اپنے عہد کی حقیقت بتا دے گا۔

پھر آپ علیہ السلام نے ہم سے یہ عہد لیا کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

کون عقلمند انسان ہے جو کہے کہ جھوٹ اچھی چیز ہے یا جھوٹ بولنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرّک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 360)

پس نفسانی غرض ہو، کوئی مفاد ہو تبھی انسان جھوٹ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن اعلیٰ اخلاق یہ ہیں کہ جان مال یا آبرو کو خطرہ ہو پھر بھی جھوٹ نہ بولے اور سچ کا دامن کبھی نہ چھوڑے۔ جھوٹے اور سچے کا تو پتا ہی اس وقت چلتا ہے جب کوئی ابتلا در پیش ہو۔ ذاتی مفاد متاثر ہونے کا خطرہ ہو لیکن پھر بھی اس میں سے سرخرو ہو کر نکلے۔ اپنے ذاتی مفادات کو سچائی پر قربان کر دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”جھوٹ بھی ایک بُت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

پس اس باریکی سے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

پھر فرمایا یہ عہد کرو کہ زنا سے بچو گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”زنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 342)

اب آجکل ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے اس پر ایسی بیہودہ فلمیں چلتی ہیں یا کھولنے سے نکل آتی ہیں جو نظر کا بھی زنا ہے، خیالات کا بھی زنا ہے، پھر برائیوں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ گھروں کے ٹوٹنے کی وجہ ہے۔ کئی عورتیں اور لڑکیاں اپنے خاوندوں کے بارے میں لکھتی ہیں کہ سارا دن انٹرنیٹ پر بیٹھے رہتے ہیں اور بیٹھ کر گندی فلمیں دیکھتے ہیں۔ بعض مرد بھی اپنی بیویوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اور پھر نتیجۃً خلع اور طلاق تک نوبت آجاتی ہے۔ یا انہی فلموں کی وجہ سے جانوروں سے بھی زیادہ بدترین بن جاتے ہیں۔ احمدی معاشرہ عموماً تو اس سے بچا ہوا ہے۔ شاذ و نادر کے سوا کوئی ایسے واقعات نہیں ہوتے لیکن اگر اس معاشرے میں رہتے ہوئے اس گند سے اپنے آپ کو بچانے کی بھرپور کوشش نہ کی تو پھر کسی پاکیزگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پس اس بارے میں بھی بہت فکر سے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

پھر ایک عہد ہم سے یہ لیا کہ بدنظری سے بچوں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں غضّ بصر کا حکم دیا ہے تا کہ بدنظری کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے کی بجائے جھک جاتی ہے۔

(سنن الدارمی، کتاب الجہاد، باب فی الذی یسھر...الخ حدیث 2404 صفحہ 773 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت 2000ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں...۔“

فرماتے ہیں: ”ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتاہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 343)

آپ نے فرمایا کہ: ”اسلام نے شرائط پابندی ہر دو عورتوں اور مَردوں کے واسطے لازم کئے ہیں۔ پردہ کرنے کا حکم جیسا کہ عورتوں کو ہے مَردوں کو بھی ویسا ہی تاکیدی حکم ہے غضِّ بصر کا۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 346۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اس بات پر بھی ہمیں غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ **پھر آپ نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہر ایک فسق و فجور سے بچوں گا۔**

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

اللہ تعالیٰ کے احکامات سے باہر نکلنا فسق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ ”گالی گلوچ کرنا فسق ہے۔“

(سنن ابن ماجہ باب اجتناب البدع والجدل حدیث 46)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ: ”قرآن سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کافر سے پہلے فاسق کو سزا دینی چاہئے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 367۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

فرمایا: ”جب یہ“ (یعنی مسلمان) ”فسق و فجور میں حد سے نکلنے لگے اور خدا کے احکام کی ہتک اور شعائر اللہ سے نفرت ان میں آگئی اور دنیا اور اس کی زیب و زینت میں ہی گم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اسی طرح ہلاکو، چنگیز خان وغیرہ سے برباد کرایا۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 133۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آجکل بھی دنیا کا، مسلمانوں کا یہی حال ہے۔

پھر ایک عہد بیعت کرنے والے سے یہ لیا گیا ہے کہ ظلم نہیں کرے گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

ظلم ایک انتہائی بڑا گناہ ہے۔ کسی کا حق غلط طریق سے دبانا بہت بڑا ظلم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ کونسا ظلم سب سے بڑا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے حق میں سے ایک ہاتھ زمین دبالے۔ فرمایا اس زمین کا ایک کنکر بھی جو اس نے ازراہ ظلم لیا ہو گا تو اس کے نیچے کی زمین کے جملہ طبقات کا طوق بن کر قیامت کے روز اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ 61 مسند عبد اللہ بن مسعود حدیث 3772 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

یعنی اس زمین کے نیچے گہرائی تک جتنی زمین ہے، (اللہ جانتا ہے کتنی زمین ہے) اس کا ایک طوق بنے گا اور اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ وہ لوگ جو مقدمات میں اَناؤں کی وجہ سے یا ذاتی مفادات کو حاصل کرنے کی وجہ سے لوگوں کے حق مارتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے۔

پھر ایک عہد ہم سے یہ لیا گیا ہے کہ خیانت نہیں کریں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

اور خیانت نہ کرنے کا معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پیش فرمایا؟ فرمایا اس شخص سے بھی خیانت سے پیش نہ آؤ جو تم سے خیانت سے پیش آچکا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ حدیث 3535)

پس یہ معیار ہیں جو ہمیں حاصل کرنے ہیں۔ کوئی عذر نہیں کہ فلاں کی امانت میں نے اس لئے قبضے میں کر لی یا اس کی چیز دبالی کہ اس نے فلاں وقت میرے ساتھ خیانت کا معاملہ کیا تھا۔ اپنے حقوق کے لئے قضا یا اگر دوسرا فریق غیر از جماعت ہے تو عدالت میں جاؤ۔ اگر جماعت کہتی ہے تو عدالت میں جائیں لیکن خیانت کا تصور ہی مومن کے ایمان کی بنیاد ہلا دیتا ہے۔

پھر یہ عہد ہے کہ ہر قسم کے فساد سے بچوں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

اپنوں کے ساتھ جھگڑوں اور فساد کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیروں سے جو ہمیں تکلیفیں پہنچ رہی ہیں ان سے بھی سلوک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ کیا ہے؟

فرمایا: ”وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ

کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے ان سے دنگا یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ ...“۔ فرمایا: ”دیکھو میں اس امر کے لئے مأمور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو...“ فرمایا: ”جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے۔“

ملفوظات جلد ششم صفحہ 354،355 ایڈیشن 2022ء)

پس نہ اپنوں سے (جھگڑیں) نہ غیروں سے۔ ہم میں سے وہ لوگ جو (لڑائی جھگڑا کرنے والے ہیں) اگر بیویوں کے ساتھ سلوک میں یا اپنے بھائیوں کے ساتھ تعلقات میں یا اپنے ماحول کے لوگوں کے ساتھ سلوک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت کو سامنے رکھیں تو تھوڑے بہت معاملات بھی جو ان شکایات کے سامنے آتے ہیں یہ بھی نہ آئیں۔ یا کم از کم ان میں غیر معمولی کمی واقع ہو جائے۔

پھر ایک عہد ہم سے یہ لیا کہ بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہوں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

یہ باغیانہ رویّہ چاہے نظام جماعت کے کسی ادنیٰ کارکن کے خلاف ہے یا حکومت وقت کے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے رویّوں سے بھی بچنے کی ہدایت فرمائی ہے جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے۔ دین میں دخل اندازی کے علاوہ حکومت وقت کے باقی احکامات کے خلاف ایسے رویّے دکھانا جو خود کو قانون شکن بنا رہے ہوں یا دوسروں کو قانون کے خلاف بھڑکا سکتے ہوں یہ اسلامی طریق نہیں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ نفسانی جوشوں سے مغلوب نہ ہونے کا بھی عہد کرو۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

پہلے بھی مَیں نے بتایا کہ آجکل ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعے نفسانی جوشوں سے مغلوب ہونے کے بہت سے مواقع ہیں۔ پھر لڑائی جھگڑے، دنگا فساد بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان نفسانی جوشوں سے مغلوب ہوتا ہے۔ پس چھوٹی سے چھوٹی بات بھی جو کسی بھی طرح نفسانی جوشوں کو ابھارنے والی یا ان سے مغلوب کرنے والی ہے ان سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنا ایک احمدی کا فرض ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 2 جنوری 2015ء، خطبات مسرور جلد 13 صفحہ 3 تا 7)



ارشاد باری تعالیٰ

قربانی اور اس کا فلسفہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَ لَا دِمَآؤُہَا وَ لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ؕ کَذٰلِکَ سَخَّرَہَا لَکُمۡ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔

(الحج:38)

ترجمہ از تفسیرِ صغیر: (یاد رکھو کہ) ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہر گز اللہ تک نہیں پہنچتے لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے (درحقیقت) اس طرح اللہ نے ان قربانیوں کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے تا کہ تم اللہ کی ہدایت کی وجہ سے اس کی بڑائی بیان کرو۔ اور تو اسلام کے احکام کو پوری طرح ادا کرنے والوں کو بشارت دے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اُس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔ جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام **اسلام** ہے۔ اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی

خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ **پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت۔** اسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے۔ لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ کے یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔“

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 151،152)

”راستباز لوگ روح اور روحانیت کی رو سے خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں نہ یہ کہ اُن کا گوشت اور پوست اور اُن کی ہڈیاں خدائے تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ خود ایک آیت میں فرماتا ہے لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ یعنی خدائے تعالیٰ تک گوشت اور خون قربانیوں کا ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اعمال صالحہ کی رُوح جو تقویٰ اور طہارت ہے وہ تمہاری طرف سے پہنچتی ہے۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 247)



ارشاد نبوی ﷺ

اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

”

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ ۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب نمبر 10 حدیث نمبر 4637)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

“



اِمَامُ الْکَلَام علیہ الصلوٰۃ والسلام

”اِنَّ الضَّحَايَا هِيَ الْمَطَايَا تُوْصِلُ اِلٰى رَبِّ الْبَرَايَا“

”يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَكِّرُوْا فِيْ يَوْمِكُمْ هٰذَا يَوْمِ الْاَضْحٰى فَاِنَّهٗ اُوْدِعَ اَسْرَارًا لِاُوْلِي النُّهٰى وَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ يُضَحّٰى بِكَثِيْرٍ مِّنَ الْعَجْمَاوَاتِ وَتُنْحَرُ اٰبَالٌ مِّنَ الْجِمَالِ وَخَنَاطِيْلُ مِنَ الْبَقَرَاتِ وَتُذْبَحُ اَقَاطِيْعُ مِنَ الْغَنَمِ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ رَبِّ الْكَائِنَاتِ وَكَذَالِكَ يُفْعَلُ مِنِ ابْتِدَاءِ زَمَانِ الْاِسْلَامِ اِلٰى هٰذِهِ الْاَيَّامِ وَظَنِّيْ اَنَّ الْاَضَاحِيَ فِيْ شَرِيْعَتِنَا الْغَرَّاءِ قَدْ خَرَجَتْ مِنْ حَدِّ الْاِحْصَاءِ وَفَاقَتْ ضَحَايَا الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ مِنْ اُمَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَبَلَغَتْ كَثْرَةُ الذَّبَائِحِ اِلٰى حَدٍّ غُطِّيَ بِهٖ وَجْهُ الْاَرْضِ مِنَ الدِّمَاءِ حَتّٰى لَوْ جُمِعَتْ دِمَاءُهَا وَاُرِيْدَ اِجْرَاءُهَا لَجَرَتْ مِنْهَا الْاَنْهَارُ وَسَالَتِ الْبِحَارُ وَفَاضَتِ الْغُدُرُ وَالْاَوْدِيَةُ الْكِبَارُ وَقَدْ عُدَّ هٰذَا الْعَمَلُ فِيْ مِلَّتِنَا مِمَّا يُقَرِّبُ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَحُسِبَ كَمَطِيَّةٍ تُحَاكِي الْبَرْقَ فِي السَّيْرِ وَلُمْعَانِهٖ فَلِاَجْلِ ذَالِكَ سُمِّيَ الضَّحَايَا قُرْبَانًا بِمَا وَرَدَ اَنَّهَا تَزِيْدُ قُرْبًا وَلُقْيَانًا كُلَّ مَنْ قَرَّبَ اِخْلَاصًا وَتَعَبُّدًا وَاِيْمَانًا وَاِنَّهَا مِنْ اَعْظَمِ نُسُكِ الشَّرِيْعَةِ وَلِذَالِكَ سُمِّيَتْ بِالنَّسِيْكَةِ وَالنُّسُكُ الطَّاعَةُ وَالْعِبَادَةُ فِي اللِّسَانِ الْعَرَبِيَّةِ وَكَذَالِكَ جَاءَ لَفْظُ النُّسُكِ بِمَعْنٰى ذَبْحِ الذَّبِيْحَةِ فَهٰذَا الْاِشْتِرَاكُ يَدُلُّ قَطْعًا عَلٰى اَنَّ الْعَابِدَ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ الَّذِيْ ذَبَحَ نَفْسَهٗ وَقُوَاهُ وَكُلَّ مَنْ اَصْبَاهُ لِرِضٰى رَبِّ الْخَلِيْقَةِ وَذَبَّ الْهَوٰى حَتّٰى تَهَافَتَ وَانْمَحٰى وَذَابَ وَغَابَ وَاخْتَفٰى وَهَبَّتْ عَلَيْهِ عَوَاصِفُ الْفَنَاءِ وَسَفَتْ ذَرَّاتِهٖ شَدَائِدُ هٰذِهِ الْهَوْجَاءِ وَمَنْ فَكَّرَ فِيْ هٰذَيْنِ الْمَفْهُوْمَيْنِ الْمُشْتَرِكَيْنِ وَتَدَبَّرَ الْمَقَامَ بِتَيَقُّظِ الْقَلْبِ وَفَتْحِ الْعَيْنَيْنِ فَلَا يَبْقٰى لَهٗ خِفَاءٌ وَلَا مِرَاءٌ فِيْ اَنَّ هٰذَا اِيْمَاءٌ اِلٰى اَنَّ الْعِبَادَةَ الْمُنْجِيَةَ مِنَ الْخَسَارَةِ هِيَ ذَبْحُ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ وَنَحْرُهَا بِمُدَى الْاِنْقِطَاعِ اِلَى اللّٰهِ ذِي الْاٰلَاءِ وَالْاَمْرِ وَالْاِمَارَةِ مَعَ تَحَمُّلِ اَنْوَاعِ الْمَرَارَةِ لِتَنْجُوَ النَّفْسُ مِنْ مَوْتِ الْغَرَارَةِ وَهٰذَا هُوَ مَعْنَى الْاِسْلَامِ وَحَقِيْقَةُ الْاِنْقِيَادِ التَّامِّ وَالْمُسْلِمُ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَهٗ نَحَرَ نَاقَةَ نَفْسِهٖ وَتَلَّهَا لِلْجَبِيْنِ وَمَا نَسِيَ الْحَيْنَ فِيْ حِيْنٍ فَحَاصِلُ الْكَلَامِ اَنَّ النُّسُكَ وَالضَّحَايَا فِي الْاِسْلَامِ هِيَ تَذْكِرَةٌ لِّهٰذَا الْمَرَامِ وَحَثٌّ عَلٰى تَحْصِيْلِ هٰذَا الْمَقَامِ وَاِرْهَاصٌ لِحَقِيْقَةٍ تَحْصُلُ بَعْدَ السُّلُوْكِ التَّامِّ فَوَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ كَانَ يَبْتَغِيْ رِضَاءَ اللّٰهِ الْوَدُوْدِ اَنْ يَّفْهَمَ هٰذِهِ الْحَقِيْقَةَ وَيَجْعَلَهَا عَيْنَ الْمَقْصُوْدِ- وَيُدْخِلَهَا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى تَسْرِيَ فِيْ كُلِّ ذَرَّةِ الْوُجُوْدِ- وَلَا

يَهْدَءُ وَلَا يَسْكُنُ قَبْلَ اَدَاءِ هٰذِهِ الضَّحِيَّةِ لِلرَّبِّ الْمَعْبُوْدِ وَلَا يَقْنَعُ بِنَمُوْذَجٍ وَقِشْرٍ كَالْجُهَلَاءِ وَالْعُمْيَانِ بَلْ يُؤَدِّیْ حَقِیْقَةَ اَضْحَاتِہٖ وَيَقْضِیْ بِجَمِیْعِ حَصَاتِہٖ وَرُوْحِ تُقَاتِہٖ رُوْحَ الْقُرْبَانِ هٰذَا هُوَ مُنْتَهٰی سُلُوْكِ السَّالِكِيْنَ وَغَايَةُ مَقْصَدِ الْعَارِفِيْنَ وَعَلَيْهِ يَخْتَتِمُ جَمِيْعُ مَدَارِجِ الْاَتْقِيَاءِ - وَبِہٖ يَكْمُلُ سَائِرُ مَرَاحِلِ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالْاَصْفِيَاءِ - وَاِلَيْهِ يَنْتَهِیْ سَيْرُ الْاَوْلِيَاءِ - وَاِذَا بَلَغْتَ اِلٰی هٰذَا فَقَدْ بَلَّغْتَ جُهْدَكَ اِلَی الْاِنْتِهَاءِ - وَفُزْتَ بِمَرْتَبَةِ الْفَنَاءِ - فَحِيْنَئِذٍ تَصِلُ شَجَرَةُ سُلُوْكِكَ اِلٰی اَتَمِّ النَّمَاءِ - وَتَبْلُغُ عُنُقُ رُوْحِكَ اِلٰی لُعَاعِ رَوْضَةِ الْقُدُسِ وَالْكِبْرِيَاءِ - كَالنَّاقَةِ الْعَنْقَاءِ - اِذَا اَوْصَلَتْ عُنُقَهَا اِلَی الشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ - وَبَعْدَ ذَالِكَ جَذَبَاتٌ وَنَفَحَاتٌ وَتَجَلِّيَاتٌ مِنَ الْحَضْرَةِ الْاَحَدِيَّةِ - لِيَقْطَعَ بَعْضَ بَقَايَا عُرُوْقِ الْبَشَرِيَّةِ - وَبَعْدَ ذَالِكَ اِحْيَاءٌ وَاِبْقَاءٌ وَاِدْنَاءٌ لِلنَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ الرَّاضِيَةِ الْمَرْضِيَّةِ الْفَانِيَةِ - لِيَسْتَعِدَّ الْعَبْدُ لِقَبُوْلِ الْفَيْضِ بَعْدَ الْحَيَاتِ الثَّانِيَةِ - وَبَعْدَ ذَالِكَ يُكْسَی الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ حُلَّةَ الْخِلَافَةِ مِنَ الْحَضْرَةِ - وَيُصَبَّغُ بِصِبْغِ صِفَاتِ الْاُلُوْهِيَّةِ - عَلٰی وَجْهِ الظِّلِّيَّةِ - تَحْقِيْقًا لِّمَقَامِ الْخِلَافَةِ - وَبَعْدَ ذَالِكَ يَنْزِلُ اِلَی الْخَلْقِ لِيَجْذِبَهُمْ اِلَی الرُّوْحَانِيَّةِ - وَيُخْرِجَهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ الْاَرْضِيَّةِ - اِلَی الْاَنْوَارِ السَّمَاوِيَّةِ - وَيُجْعَلُ وَارِثًا لِكُلِّ مَنْ مَّضٰی مِنْ قَبْلِہٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَالدِّرَايَةِ - وَشُمُوْسِ الْقُرْبِ وَالْوَلَايَةِ - وَيُعْطٰی لَهٗ عِلْمُ الْاَوَّلِيْنَ - وَمَعَارِفُ السَّابِقِيْنَ - مِنْ اُولِی الْاَبْصَارِ وَحُكَمَاءِ الْمِلَّةِ - تَحْقِيْقًا لِمَقَامِ الْوَرَاثَةِ - ثُمَّ يَمْكُثُ هٰذَا الْعَبْدُ فِی الْاَرْضِ اِلٰی مُدَّةٍ شَاءَ رَبُّهٗ رَبُّ الْعِزَّةِ - لِيُنِيْرَ الْخَلْقَ بِنُوْرِ الْهِدَايَةِ - وَاِذَا اَنَارَ النَّاسَ بِنُوْرِ رَبِّہٖ اَوْ بَلَّغَ الْاَمْرَ بِقَدَرِ الْكِفَايَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَتِمُّ اسْمُهٗ وَيَدْعُوْهُ رَبُّهٗ وَيُرْفَعُ رُوْحُهٗ اِلٰی نُقْطَتِهِ النَّفْسِيَّةِ - وَهٰذَا هُوَ مَعْنَی الرَّفْعِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ - وَالْمَرْفُوْعُ مَنْ يُّسْقٰی كَاْسَ الْوِصَالِ - مِنْ اَيْدِی الْمَحْبُوْبِ الَّذِیْ هُوَ لُجَّةُ الْجَمَالِ - وَيُدْخَلُ تَحْتَ رِدَاءِ الرُّبُوْبِيَّةِ - مَعَ الْعُبُوْدِيَّةِ الْاَبَدِيَّةِ - وَهٰذَا اٰخِرُ مَقَامٍ يَبْلُغُهٗ طَالِبُ الْحَقِّ فِی النَّشْاَةِ الْاِنْسَانِيَّةِ - فَلَا تَغْفُلُوْا عَنْ هٰذَا الْمَقَامِ يَا كَافَّةَ الْبَرَايَا - وَلَا عَنِ السِّرِّ الَّذِیْ يُوْجَدُ فِی الضَّحَايَا - وَاجْعَلُوا الضَّحَايَا - لِرُؤْيَةِ تِلْكَ الْحَقِيْقَةِ كَالْمَرَايَا - وَلَا تَذْهَلُوْا عَنْ هٰذِهِ الْوَصَايَا - وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا رَبَّهُمْ وَالْمَنَايَا - وَقَدْ اُشِيْرَ اِلٰی هٰذَا السِّرِّ الْمَكْتُوْمِ - فِیْ كَلَامِ رَبِّنَا الْقَيُّوْمِ - فَقَالَ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ قُلْ إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَانْظُرْ كَيْفَ فَسَّرَ النُّسُكَ بِلَفْظِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ - وَاَشَارَ بِہٖ اِلٰی حَقِيْقَةِ الْاَضْحَاةِ - فَفَكِّرُوْا فِيْهِ يَا ذَوِی الْحَصَاةِ - وَمَنْ ضَحّٰی مَعَ عِلْمِ حَقِيْقَةِ ضَحِيَّتِہٖ - وَصِدْقِ طَوِيَّتِہٖ - وَخُلُوْصِ نِيَّتِہٖ - فَقَدْ ضَحّٰی بِنَفْسِہٖ وَمُهْجَتِہٖ - وَاَبْنَاءِہٖ وَحَفَدَتِہٖ - وله اجر عظيم ـ كاجر ابراهيم عند ربّه الكريم - واليه اشار سيّدنا المصطفٰی - ورسولنا المجتبٰی - وامام المتقين - وخاتم النبيين - وقال وهو بعد الله اصدق الصادقين - **انّ الضحايا**

هی المطايا توصل الی ربّ البرايا وتمحو الخطايا وتدفع البلايا هٰذا ما بلغنا من خير البرية عليه صلواة الله والبركات السنيّة وإنّهٗ أومأ فيه الی حکم الضحيّة بکلماتٍ کالدرر البهيّة فالأسف کلّ الأسف انّ اکثر الناس لايعلمون هٰذه النکات الخفيّة ولا يتّبعُون هٰذه الوصيّة وليس عندهم معنی العيد من دون الغسل ولبس الجديد والخضم و القضم مع الاهل والخدم والعبيد ثم الخروج بالزينة للتعييد کالصناديد وتری الأطائب من الأطعمة منتهٰی طربهم فی هٰذا اليوم والنفائس من الالبسة غاية اربهم لارائة القوم ولا يدرون ما الاضحاة ولایّ غرضٍ يُذبح الغنم والبقرات وندهم عيدهم من البکرة الی العشیّ ليس الا للاکل والشرب والعيش الهنیّ واللباس البهیّ والفرس الشریّ واللحم الطریّ وما تری عملهم فی يومهم هٰذا الا اکتساء الناعمات والمشط والاکتحال وتضميخ الملبوسات وتسوية الطرر والذوائب کالنساء المتبرجات ثم نقراتٍ کنقرة الدجاجة فی الصلٰوة مع عدم الحضور وهجوم الوساوس والشتات ثم التمايل الیٰ انواع الاغذية والمطعومات ملأ البطون بالوان النعم کالنعم والعجماوات والميل الی الملاهی والملاعب والجهلات وسرح النفوس فی مراتع الشهوات والرکوب علی الافراس والعجل والعناس والجمال والبغال ورقاب الناس مع انواعٍ من التزيينات وافناء اليوم کلهٖ فی الخزعبيلات والهدايا من القلايا والتفاخر بلحوم البقرات والجدايا والافراح والمراح والجذبات والجماح والضحك والقهقهة بابداء النواجذ والثنايا والتشوق الی رقص البغايا وبوسهن وعناقهن وبعد هٰذا نطاقهن فانا لله علی مصائب الاسلام وانقلاب الايام ماتت القلوب وکثرت الذنوب واشتدت الکروب فعند هٰذه الليلة الليلاء وظلمات الهوجاء اقتضٰی رحم الله نور السماء فانا ذالك النور والمجدد المأمور والعبد المنصور والمهدی المعهود والمسيح الموعود وانی نزلت بمنزلةٍ من ربّی لا يعلمها احدٌ من الناس وان سرّی اخفٰی وأنئٰی من اکثر اهل الله فضلًا عن عامة الأُناس- وانّ مقامی ابعد من ايدی الغوّاصين -وصعودی ارفع من قيا القائسين - وانّ قدمی هٰذهٖ اسرع من القلاص فی مسالك ربّ الناس -فلا تقيسونی باحدٍ ولا احدًا بی ولا تهلکوا انفسکم بالريب والعماس -وانّی لبٌّ لا قشر معهٗ وروحٌ لاجسد معهٗ وشمسٌ لا يحجبها دخان الشماس -واطلبوا مثلی ولن تجدوه وان تطلبوه بالنبراس - ولا فخر ولکن تحديث لنعم الله الذی هو غارسٌ لهٰذا الغراس -وانی غسلت بماء النور وطهرت بعين القدس من الاوساخ والادناس- وسمّانی ربّی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی و لا توصلوا امرکم الی الالباس-ومن حمدنی وما غادر من نوع حمدٍ فما مان- ومن کذب هٰذا البيان فقد مان

- واغضب الرحمٰن - فویلٌ للذی شك و فسخ العهد و فك و لوث بطائفٍ من الجن الجنان -وانی جئت من الحضرة الرفیعة العالیة -لیری بی ربی من بعض صفاته الجلالیة -والجمالیة -اعنی دفع الضیر وافاضة الخیر فان الزمان کان محتاجًا الٰی دافع شرٍ طغٰی -والٰی رافع خیرٍ انحط واختفٰی - فاقتضت العنایة الالٰهیّة ان یعطی الزمان ماسأل بلسان الحال - ویرحم طبقات النساء والرجال -فجعلنی مظهر المسیح عیسی ابن مریم لدفع الضرّ وابادة مواد الغوایة - وجعلنی مظهر النبی المهدی احمد اکرم لافاضة الخیر واعادة عهد الدرایة والهدایة -وتطهیر الناس من دَرَنِ الغفلة والجنایة -فَجِئْتُ فی الحلتین المهزودتین المصبّغتین بصبغ الجلال وصبغ الجمال - واعطیت صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال - فاما الجلال الذی اعطیت فهو اثرٌ لبروزی العیسوی من اللہ ذی الجلال -لابید بہٖ شر الشرك الموّاج الموجود فی عقائد اهل الضلال -المشتعل بکمال الاشتعال - الذی هو اکبر من کل شرٍّ فی عین اللہ عالم الاحوال - ولاهدم بہٖ عمود الافتراء علی اللہ والافتعال -واما الجمال الذی اعطیت فهو اثرٌ لبروزی الاَحْمَدی من اللہ ذی اللطف والنوال - لاعید بہٖ صلاح التوحید المفقود من الالسن والقلوب والاقوال والافعال -واقیم بہٖ امر التدیّن والانتحال - وامرت ان اقتل خنازیر الافساد والالحاد والاضلال -الذین یدوسون درر الحق تحت النعال - ویهلکون حرث الناس ویخربون زروع الایمان والتورع والاعمال - وقتلی هٰذا بحربةٍ سماویةٍ لا بالسیوف والنبال - کما هو زعم المحرومین من الحق وصدق المقال - فانهم ضَلّوا واَضَلُّوا کثیرًا من الجُهّال - وان الحرب حرّمت علیّ وسبق لی ان اضع الحرب ولا اتوجه الی القتال - فلا جهاد الّا جهاد اللسان والاٰیات والاستدلال - و کذالك امرت ان املأ بیوت المؤمنین وجربهم من المال - ولٰکن لا باللجین والدجّال - بل بمال العلم والرشد والهدایة والیقین علی وجه الکمال - وجعل الایمان اثبت من الجبال - وتبشیر المثقلین تحت الاثقال -فبشرٰی لکم قد جاء کم المسیح -ومسحه القادر واعطی له الکلام الفصیح -وانّهٗ یعصمکم من فرقةٍ هی للاضلال تسیحُ -والی اللہ یدعو ویصیح - وکل شبهةٍ یُزیل و یُزیح -وطوبٰی لکم قد جاء کم المهدی المعهود -ومعه المال الکثیر والمتاع المنضود - وانهٗ یسعٰی لیُردّ الیکم الغنی المفقود -ویستخرج الاقبال الموء ود - ما کان حدیث یُّفترٰی -بل نورٌ من اللہ مع اٰیاتٍ کبرٰی - ایها الناس انی انا المسیح المحمّدی -وانّی انا احمدن المهدی -وان ربّی معی الٰی یوم لحدی من یوم مهدی -وانی اعطیت ضرامًا آکّالًا - وماءًا زلالًا -وانا کوکبٌ یمانیٌ -ووابلٌ روحانیٌّ -ایذائی سنانٌ مذرّبٌ -ودعائی دواءٌ مجرّبٌ - اُرِی قومًا جلالًا - وقومًا اٰخرین جمالًا - وبیدی حربةٌ ابید بها عادات الظلم والذنوب - وفی الاخرٰی شربةٌ اعید بها حیاة القلوب - فاسٌ للافناء -وانفاسٌ

للاحياء-اَمّا جلالی فبما قُصِد کابن مریم استیصالی-واما جمالی فبمافارت رحمتی کسیدی احمدلاهدی قومًا غفلوا عن الربّ المتعالی-اَفَاَنتم تعجبون-و الی الزمان وضرورته لا تلتفتون-الا ترون الٰی زمان احتاج الی الرب الفعّال-لیُری لقومٍ صفة جلالہ وللاُخرین صفة الجمال-وقد ظهرت الاٰیات-و تبیّنت العلامات -وانقطعت الخصومات-فمالکم لا تنظرون-وانکسفت الشمس والقمر فی رمضان فلا تعرفون- و مات بعض الناس بنبأٍ من اللہ وقتل البعض فلا تُفکّرون- ونزلت لی آیٌ کثیرۃٌ فلاَ تبالون- وشهدت لی الارض والسماء والماء والعفاء فلا تخافون-وتظاهر لی العقل و النقل و العلاماتُ والاٰیات -وتظاهرت الشهادات والرؤیا والمکاشفات-ثم انتم تنکرون-وان لها شاٴنًا عظیمًا لقومٍ یتدبّرون-وطلع ذو السنین- ومضٰی من هٰذہ المائة خمسها اِلّا قلیلٌ من سنین- فاین المجدد ان کنتم تعلمون- ونزل من السماء الطاعون-ومُنِع الحجّ و کثر المنون- واختصم الفرق علٰی معدنٍ من ذهبٍ وهم یُقاتِلُون- وعلا الصلیب-واضحی الاسلام یسیب ویغیب-کانه الغریب-و کثر الفسق والفاسقون-وحُبّب الی النفوس الخمر-والقمر والزمر-وتراءی الزانون المجالحون وقلّ المتقون- وتجلّٰی وقت ربّنا وتمّ ما قال النبیون-فبایّ حدیث بعدہ تؤمنون-ایها الناس قوموا للہ زرافاتٍ وفرادٰی فرادٰی-ثم اتقوا اللہ وفکروا کالذی مابخل وماعادٰی-الیس هٰذا الوقت وقت رحم اللہ علی العباد-ووقت دفع الشر وتدارک عطش الاکباد بالعهاد-الیس سیل الشر قدبلغ انتهاءہٗ -وذیل الجهل طوّل ارجاءہٗ- وفسد الملک کلہٗ وشکر ابلیس جهلاءہٗ-فاشکروا اللہ الذی تذکرکم وتذکر دینکم وما اضاعہٗ-وعصم حرثکم وزرعکم ولعاعہٗ-وانزل المطر واکمل ابضاعہٗ- وبعث مسیحہٗ لدفع الضیر- ومهدیہٗ لافاضة الخیر-وادخلکم فی زمان امامکم بعد زمان الغیر- ایها الاخوان انّ زماننا هٰذا یُضاهی شهرنا هٰذا بالتناسب التام-فانہٗ اٰخر الازمنة وان هٰذا الشهر اٰخر الاشهر من شهور الاسلام-وکلا هما قریبٌ من الاختتام - فی هٰذا ضحایا وفی ذٰلک ضحایا- والفرق فرق الاصل وعکس المرایا- وقد سبق نموذجها فی زمن خیر البرایا -والاصل ضحیّة الروح یا اولی الابصار - وان ضحایا الجدایا کالاظلال والاٰثار - فافهموا سرّ هٰذہ الحقیقة-وانتم احق بها واهلها بعد الصحابة -وانکم الاٰخرون منهم اُلحقتم بِهِمْ بفضل من اللہ والرحمة-وان سلسلة الازمنة خُتِمَتْ علٰی زماننا من حضرة الاحدیة- کما خُتِمَتْ شهور الاسلام علٰی شهر الضحیة-وفی هٰذا اشارۃٌ مخفیۃٌ لأهل الرأی والرویّة-وانی علٰی مقام الختم من الولایة- کما کان سیّدی المصطفٰی علٰی مقام الختم من النبوة- وانہٗ خاتم الانبیاء-وانا خاتم الاولیاء-لاولیّ بعدی-الّا الذی هومنّی وعلٰی عهدی-وانی اُرْسِلْتُ من ربّی بکل قُوّةٍ وبرکةٍ وعزةٍ- وان قدمی هٰذہ علٰی منارةٍ ختم علیها کل

رفعۃٍ-فاتقوا اللہ ایّہا الفتیان-واعرفونی واطیعونی ولا تموتوا بالعصیان-وقد قرب الزمان-وحان ان تسئل کل نفسٍ وتدان-البلایا کثیرۃٌ ولا ینجیکم الّا الایمان - والخطایا کبیرۃٌ ولا تذوبھا الّاالذوبان-اتقوا عذاب اللہ ایھا الاعوان-ولمن خاف مقام ربّہٖ جنّتان-فلا تقعدوا مع الغافلین والذین نسوا المنایا- وسارعوا الی اللہ وارکبوا علی اعدی المطایا-واترکوا ذوات الضلع والرذایا-تصلوا الی ربّ البرایا-خذوا الانقطاع الانقطاع لیُوْھَبَ لکم الوصل والاقترابُ-وکسّروا الاسباب لیُخْلق لکم الاسبابُ-وموتوا لیُردّ الیکم الحیٰوۃ ایّہا الاحباب-الیوم تمّت الحجۃ علی المخالفین-وانقطعت معاذیر المعتذرین-ویئس منکم زمر المضلین والموسوسین-الذین اکلوا اعمارھم فی ابتغاء الدنیا ولیس لھم حظٌّ من الدین-بل ھم کالعمین-فالیوم انقض اللہ ظھورھم ورجعوا یائسین-الیوم حصحص الحق للناظرین- واستبان سبیل المجرمین-ولم یبق معرضٌ الا الذی حبسۂ حرمانٌ ازلیٌّ-ولا منکرٌ الّا الذی منعۂ عزز دوانٌ فطریٌّ - فنترک ھٰؤلاء بسلامٍ - وقد تم الافحام-وتحقّق الاثام-وان لم ینتھوا فالصبر جدیرٌ-وسوف یُنبّئھم خبیرٌ-

ترجمہ:

اے خدا کے بندو اپنے اس دن میں کہ جو بقر عید کا دن ہے غور کرو اور سوچو کیونکہ اِن قربانیوں میں عقلمندوں کیلئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی گلے اونٹوں کے اور کئی گلے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے کیا جاتا ہے اور اسی طرح زمانۂ اسلام کے ابتدا سے ان دنوں تک کیا جاتا ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اور ان کو اُن قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے اور قربانیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان کے خونوں سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُن کے خون جمع کئے جائیں اور اُن کے جاری کرنے کا ارادہ کیا جائے تو البتہ ان سے نہریں جاری ہو جائیں اور دریا بہ نکلیں اور زمین کے تمام نشیبوں اور وادیوں میں خون رواں ہونے لگے اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اور اُس سواری کی طرح یہ سمجھے گئے ہیں کہ جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو اور اِسی وجہ سے **ان ذبح ہونیوالے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمان داری سے ادا کرتا ہے** اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لئے قربانی کا نام عربی

میں نسیکۃ ہے اور نُسُك کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نُسُك اُن جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔ پس یہ اشتراک کہ جو نسك کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اس کی تمام قوتوں اور مع اس کے اُن محبوبوں کے جن کی طرف اُس کا دِل کھینچا گیا ہے اپنے رب کی رضا جوئی کیلئے ذبح کر ڈالا ہے اور خواہش نفسانی کو دفع کیا یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اور نابود ہو گئیں اور وہ خود بھی گداز ہو گیا اور اسکے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چھپ گیا اور فنا کی تُند ہوائیں اس پر چلیں اور اس کے وجود کے ذرّات کو اس ہوا کے سخت دھکّے اُڑا کر لے گئے اور جس شخص نے ان دونوں مفہوموں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں مشارکت رکھتے ہیں غور کی ہو گی اور اس مقام کو تدبّر کی نگاہ سے دیکھا ہو گا اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پیش و پس کو زیر نظر رکھا ہو گا پس اُس پر پوشیدہ نہیں رہے گا اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اس کے دامن کو نہیں پکڑے گی کہ یہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے اس بھید کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے کہ جو بُرے کاموں کیلئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے اور ایسا حاکم ہے کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے پس نجات اس میں ہے کہ اس بُرا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کے کاردوں سے ذبح کر دیا جائے اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالیٰ کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے اور اسکے ساتھ انواع اقسام کی تلخیوں کی برداشت بھی کی جائے تا نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے اور یہی اسلام کے معنے ہیں اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کیلئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو۔ اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لئے قربان کر دیا ہو اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اسکو گرا دیا ہو اور موت سے ایک دم غافل نہ ہو۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیحہ اور قربانیاں جو اسلام میں مرّوج ہیں وہ سب اسی مقصود کے لئے جو بذل نفس ہے بطور یاددہانی ہیں اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے ایک ترغیب ہے اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے۔ پس ہر ایک مرد مومن اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب ہے واجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھے اور اس کو اپنے مقصود کا عین قرار دے اور اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے یہاں تک کہ وہ حقیقت ہر ذرّہ وجود میں داخل ہو جائے۔ اور راحت اور آرام اختیار نہ کرے جب تک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کے لئے ادا نہ کر لے۔ اور جاہلوں اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست بے مغز پر قناعت نہ کر بیٹھے بلکہ چاہئے کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو بجا لاوے اور اپنی ساری عقل کے ساتھ اور اپنی پرہیز گاری کی رُوح سے قربانی کی رُوح کو ادا کرے۔ یہ وہ درجہ ہے جس پر سالکوں کا سلوک انتہا پذیر ہوتا ہے اور عارفوں کا مقصد اپنی غایت کو پہنچتا ہے اور اس پر تمام درجے پرہیز گاروں کے ختم ہو جاتے ہیں اور سب منزلیں راستبازوں اور برگزیدوں کی پوری ہو جاتی ہیں اور یہاں تک پہنچ کر سیر اولیاء کا اپنے انتہائی نقطہ تک جا پہنچتا ہے اور جب تو اس مقام تک پہنچ گیا تو تو نے اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا دیا اور فنا کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔ پس اس وقت تیرے سلوک کا درخت اپنے کامل نشوونما تک پہنچ جائے گا اور

تیری رُوح کی گردن تقدس اور بزرگی کے مرغزار کے نرم سبزہ تک پہنچ جائے گی۔ اُس اونٹنی کی مانند جس کی گردن لمبی ہو اور اُس نے اپنی گردن کو ایک سبز درخت تک پہنچ دیا ہو اور اس کے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں اور خوشبوئیں ہیں اور تجلّیات ہیں تا وہ بعض ان رگوں کو کاٹ دے کہ جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہوں اور بعد اس کے زندہ کرنا ہے اور باقی رکھنا اور قریب کرنا اس نفس کا جو خدا کے ساتھ آرام پکڑ چکا ہے جو خدا اسے راضی اور خدا اس سے راضی اور فنا شدہ ہے تا کہ یہ بندہ حیاتِ ثانی کے بعد قبول فیض کے لئے مستعد ہو جائے اور اس کے بعد انسان کامل کو حضرتِ احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے اور رنگ دیا جاتا ہے الوہیت کی صفتوں کے ساتھ۔ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے تا مقام خلافت متحقق ہو جائے اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اترتا ہے تا اُن کو روحانیت کی طرف کھینچے اور زمین کی تاریکیوں سے باہر لا کر آسمانی نوروں کی طرف لے جائے اور یہ انسان اُن سب کا وارث کیا جاتا ہے جو نبیوں اور صدیقوں اور اہل علم اور درایت میں سے اور قرب اور ولایت کے سورجوں میں سے اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور دیا جاتا ہے اس کو علم اوّلین کا اور معارف گذشتہ اہل بصیرت اور حکماء ملّت کے تا اس کے لئے مقام وراثت کا متحقق ہو جائے پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اُس کے رب کے ارادہ میں ہے توقف کرتا ہے تا کہ مخلوق کو نور ہدایت کے ساتھ منور کرے اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کر چکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا پس اُس وقت اس کا نام پورا ہو جاتا ہے اور اُس کا رب اس کو بلاتا ہے اور اس کی رُوح اُس کے نقطہ نفسی کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور یہی رفع کے معنے ہیں اُن کے نزدیک جو اہل علم اور معرفت ہیں اور مرفوع وہ ہے جس کو اُس محبوب کے ہاتھ سے جام وصال پلایا جاتا ہے جو حسن و جمال کا دریا ہے۔ اور ربوبیت کی چادر کے نیچے داخل کیا جاتا ہے باوجود اس بات کے کہ عبودیت ابدی طور پر رہتی ہے اور یہ وہ آخری مقام ہے جس تک ایک حق کا طالب انسانی پیدائش میں پہنچ سکتا ہے پس اس مقام سے غافل مت ہو اے مخلوق کے گروہ اور نہ اس بھید سے غافل ہو جو قربانیوں میں پایا جاتا ہے۔ اور قربانیوں کو اس حقیقت کے دیکھنے کے لئے آئینوں کی طرح بنا دو اور ان وصیتوں کو مت بھلاؤ اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اپنے خدا اور اپنی موت کو بھلا رکھا ہے اور اس پوشیدہ بھید کی طرف خدا تعالیٰ کی کلام میں اشارت کی گئی ہے۔ چنانچہ خدا جو اصدق الصادقین ہے اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اس خدا کیلئے ہے جو پروردگار عالمیاں ہے پس دیکھ کہ کیونکر نُسک کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے اور اس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے پس اے عقلمندو! اس میں غور کرو اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کی پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیم کے لئے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا اور اسی کی طرف ہمارے سید برگزیدہ اور رسول برگزیدہ نے جو پرہیزگاروں کا امام اور انبیاء کا خاتم ہے اشارہ کیا اور فرمایا اور وہ خدا کے بعد سب سچوں سے زیادہ تر سچا ہے بہ تحقیق قربانیاں وہی سواریاں ہیں کہ جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں اور بلاؤں کو دور کرتی ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں جو سب

مخلوق سے بہتر ہیں ان پر خدا تعالیٰ کا سلام اور برکتیں ہوں اور آنجناب نے ان کلمات میں قربانیوں کی حکمتوں کی طرف فصیح کلموں کے ساتھ جو موتیوں کی مانند ہیں اشارہ فرمایا ہے پس افسوس اور کمال افسوس ہے کہ اکثر لوگ ان پوشیدہ نکتوں کو نہیں سمجھتے اور اس وصیت کی پیروی نہیں کرتے اور ان کے نزدیک عید کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ غسل کریں اور نئے کپڑیں پہنیں اور طعام کو سارے مونہہ کے ساتھ اور دانتوں کے کناروں سے چباویں۔ خود اور ان کے اہل وعیال اور نوکر اور غلام۔ اور پھر آرائش کے ساتھ نماز عید کیلئے باہر نکلیں جیسے بڑے رئیس ہوتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ اچھے کھانوں میں اس دن ان کی سب سے بڑھ کر خوشی ہے اور ایسا ہی اچھی اور نفیس پوشاکوں میں انتہائی مرتبہ ان کی حاجتوں کا ہے تا قوم کو دکھلائیں اور نہیں جانتے کہ قربانی کیا چیز ہے۔ اور کس غرض کے لئے بکریاں اور گائیاں ذبح کی جاتی ہیں اور ان کے نزدیک ان کی عید فجر سے لے کر عشاء کے وقت تک محض اس لئے ہے کہ خوب کھایا جائے اور پیا جائے اور عیش خوشگوار کیا جائے اور عمدہ لباس پہنا جائے اور چالاک گھوڑوں پر سواری کی جائے اور گوشت تازہ کھایا جائے اور اس دن ان کا کام بجز اس کے تو نہیں دیکھے گا کہ نرم اور ملائم کپڑے پہنیں اور بالوں کو کنگھی کریں اور آنکھوں کو سرمہ لگائیں اور پوشاک پر عطر ملیں اور اپنے طرے اور زلفیں خوب صاف کریں جیسا کہ زینت کرنے والی عورتیں کیا کرتی ہیں اور پھر مرغی کی طرح جو دانہ پر منقار مارتی ہے چند دفعہ نماز کیلئے حرکت کریں ایسی حرکت جو اس کے ساتھ کچھ بھی حصہ حضور نہ ہو اور وسوسے بکثرت ہوں اور دل میں پراگندگی ہو پھر طرح طرح کی غذاؤں کی طرف جھک جائیں اور طرح طرح کے کھانوں کی طرف اور چارپایوں کی طرح طرح طرح کی نعمتوں سے پیٹ بھر لیں اور لہو اور لعب کی طرف میل کریں اور باطل کاموں کی طرف متوجہ ہوں اور شہوات کی چراگاہوں میں اپنے نفسوں کو چھوڑ دیں اور گھوڑوں پر اور یکوں پر اور اونٹوں پر اور اونٹنیوں پر اور خچروں پر اور لوگوں کی گردنوں پر سواری کریں کئی قسم کی زینتوں کے ساتھ اور تمام دن بیہودہ باتوں میں ضائع کرنے میں اور ایک دوسرے کو گوشت بھیجنے کا تحفہ اور باہم فخر کرنا گائے کے گوشت اور بکروں کے گوشت کے ساتھ۔ اور خوشیاں اور رنگا رنگ کی شادیاں اور نفس کی کششیں اور سرکشیاں اور ہنسی اور قہقہہ مار کر ہنسنا پچھلے دانتوں کے نکالنے سے اور اگلے دو دانتوں کے نکالنے سے۔ اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف اور ان کا بوسہ اور گلے لپٹانا اور بعد اس کے ان کا جائے کمر بند۔ پس ہم اسلام کی مصیبتوں پر انا اللہ پڑھتے ہیں اور نیز دنوں کی گردش پر دل مر گئے اور گناہ بہت ہو گئے اور بے قراریاں بڑھ گئیں پس اس اندھیری رات کے وقت اور تند ہوا کی تاریکی کے وقت خدا کے رحم نے تقاضا کیا کہ آسمان سے نور نازل ہو سو میں وہ نور ہوں اور وہ مجدد ہوں کہ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے آیا ہے اور بندہ مدد یافتہ ہوں اور وہ مہدی ہوں جس کا آنا مقرر ہو چکا ہے اور وہ مسیح ہوں جس کے آنے کا وعدہ تھا اور میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے اور میرا مقام غوطہ لگانے والوں کے ہاتھوں سے بہت دور ہے اور میری اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آسکتی اور یہ قدم میرا خدا تعالیٰ کی راہ میں تیز چلنے والے اونٹوں سے تیز تر ہے پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ ہلاک مت کرو اور میں

مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور وہ سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو اور ہر گز نہیں پاؤ گے اگر چہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے رہو اور یہ کوئی فخر نہیں مگر اس خدا کی نعمتوں کا شکر ہے جس نے اس نونہال کو لگایا ہے۔ اور میں نور کے پانی کے ساتھ غسل دیا گیا ہوں اور الٰہی پاکیزگی کے چشمہ میں پاکیزہ کیا گیا ہوں اور صاف کیا گیا ہوں تمام میلوں اور کدورتوں سے اور میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو اور اپنے امر کو ناامیدی کے درجہ تک مت پہنچاؤ اور جس نے میری تعریف کی اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑی تو اس نے سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا۔ اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا پس اس نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے خدا کے غصے کو بھڑکایا ہے پس افسوس اس آدمی پر جس نے شک کیا۔ اور عہد کو توڑا اور دل کو شیطان کے وسوسہ سے آلودہ کیا اور میں بڑی اونچی درگاہ سے آیا ہوں تا میرا خدا میرے ذریعہ بعض اپنی جلالی اور جمالی صفتیں دکھلاوے یعنی شر کا دور کرنا اور بھلائی کا پہنچانا کیونکہ زمانہ کو اس بات کی حاجت تھی کہ اس بدی کو دور کیا جائے جو حد سے بڑھ گئی تھی اور اس نیکی کو بلند کیا جائے جو جاتی رہی تھی۔ اس لئے خدا کی عنایت نے چاہا کہ زمانہ کو وہ چیز دی جاوے جسے وہ اپنی زبان حال سے مانگتا ہے اور مردوں اور عورتوں پر رحم کیا جائے پس مجھ کو مسیح عیسیٰ ابن مریم کا مظہر بنایا تا کہ ضرر اور گمراہی کے مادوں کو دور فرماوے اور مجھ کو مہدی احمد اکرم کا مظہر بنایا تا کہ لوگوں کو فائدہ پہنچاوے اور درایت اور ہدایت کی بارش کو دوبارہ اتارے اور لوگوں کو غفلت اور گناہگاری کے میل سے پاک کرے پس میں زرد رنگ والے دولباسوں میں آیا ہوں جو جلال اور جمال کے رنگ سے رنگے ہوئے ہیں اور مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا کی طرف سے مجھ کو ملی ہے لیکن وہ جلال جو مجھ کو دیا گیا ہے وہ میرے اس بروز کا اثر ہے جو عیسوی بروز ہے اور جو خدا کی طرف سے ہے تا کہ میں اس شرک کی بدی کو نابود کروں جو گمراہوں کے عقیدوں میں موج مار رہی ہے اور موجود ہے اور اپنی پوری بھڑک میں بھڑک رہی ہے اور جو حالات کے جاننے والے خدا کی نظر میں ہر ایک بدی سے بڑھ کر ہے اور تا کہ میں اس کے ذریعہ سے اس افترا کے ستون کو گرادوں جو خدا پر باندھتے ہیں۔ لیکن وہ جمال جو مجھ کو ملا ہے وہ میرے اس بروز کا اثر ہے جس کا نام بخشش کرنے والے خدا کی طرف سے بروز احمدی ہے تا کہ میں اس کے ذریعہ سے توحید کی نیکی کو جو زبانوں اور دلوں اور باتوں اور کاموں سے جاتی رہی ہے واپس لاؤں اور اس کے ذریعہ سے دینداری کے امر کو قائم کروں اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں فساد اور الحاد اور گمراہ کرنے کے ان سؤروں کو ماروں جو سچائی کے موتیوں کو پیروں کے نیچے ملتے ہیں اور لوگوں کی کھیتیوں کو اجاڑتے ہیں اور ایمان اور پرہیز گاری اور عملوں کی کھیتیوں کو خراب کرتے ہیں۔ اور یہ مارنا آسمانی ہتھیار کے ساتھ ہے۔ تلواروں اور تیروں کے ساتھ نہیں جیسا کہ یہ گمان ان لوگوں کا ہے جو حق اور راست گفتاری سے محروم ہیں کیونکہ وہ خود گمراہ ہوئے اور جاہلوں میں سے بہتوں کو گمراہ کیا ہے اور یہ سچ بات ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے اور میرے وجود سے پہلے میرے لئے مقرر ہوا ہے کہ لڑائی کو ترک کروں اور خونریزی کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ پس کوئی جہاد سوائے زبانی جہاد کے اور نشان اور دلائل کے جہاد کے باقی نہیں رہا اور ایسا ہی مجھ کو یہ بھی حکم ہے کہ مسلمانوں کے گھروں کو اور ان کے توشہ دانوں کو مال سے بھر دوں لیکن چاندی سونے کے مال سے نہیں بلکہ علم اور رشد اور ہدایت اور یقین کے مال سے اور نیز اس مال سے کہ ایمان کو پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط کیا جائے اور جو لوگ بوجھوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں ان کو بشارت دی جائے۔ پس تم کو خوشخبری ہو کہ تمہارے

پاس مسیح آیا اور قادر نے اس کو مسح کیا اور فصیح کلام اس کو عطا کیا گیا۔ اور وہ تم کو اس فرقہ سے بچاتا ہے جو گمراہ کرنے کے لئے زمین پر سیر کرتا ہے۔ اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور ہر ایک شبہ کو دور فرماتا ہے اور تم کو مبارک ہو کیونکہ مہدئ معہود تمہارے پاس آپہنچا اور اس کے پاس بہت ساماں ومتاع ہے جو تہ بہ تہ رکھا ہے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ مال جو تمہارے پاس سے جاتا رہا ہے پھر تمہاری طرف لوٹ آئے اور وہ اقبال جو جیتے جی قبر میں ہے پھر قبر سے نکلے۔ یہ وہ بات نہیں کہ جھوٹ بنالی جائے بلکہ خدا کا نور ہے جو اپنے ساتھ بڑے بڑے نشان رکھتا ہے۔ اے لوگو! میں وہ مسیح ہوں کہ جو محمدی سلسلہ میں سے ہے اور میں احمد مہدی ہوں اور سچ مچ میرا رب میرے ساتھ ہے میرے بچپن سے لے کر میری لحد تک اور مجھ کو وہ آگ ملی ہے جو کھا جانے والی ہے اور وہ پانی جو میٹھا ہے اور میں یمانی ستارہ ہوں اور روحانی بارش ہوں میرا رنج دینا تیز نیزہ ہے اور میری دعا مجرب دوا ہے ایک قوم کو میں اپنا جلال دکھاتا ہوں اور دوسری قوم کو جمال دکھاتا ہوں اور میرے ہاتھ میں ہتھیار ہے اس کے ساتھ میں ظلم اور گناہ کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں اور دوسرے ہاتھ میں شربت ہے جس سے میں دلوں کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔ ایک کلہاڑی فنا کرنے کے لئے ہے اور دم زندہ کرنے کے لئے۔ میرا جلال اس وجہ سے ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی طرح میری بیخ کنی کا قصد کیا ہے اور جمال اس وجہ سے کہ میری رحمت میرے سردار احمد کی طرح جوش میں ہے تا میں اس قوم کو راہ دکھلاؤں جو اپنے بزرگ رب سے غافل ہیں کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور زمانہ اور اس کی ضرورت کی طرف توجہ نہیں کرتے کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمانہ خدا کی طرف ایک حاجت رکھتا ہے تاکہ ایک قوم کو اپنے جلال کی صفت دکھاوے اور دوسری قوم کو اپنے جمال کی صفت سے مطلع فرماوے اور تحقیق نشان ظاہر ہو گئے اور علامتیں کھل گئیں اور تمام جھگڑے جاتے رہے پس کیوں نہیں دیکھتے۔ اور رمضان کے مہینے میں سورج اور چاند کو گرہن لگا پس تم نہیں پہنچانتے اور بعض آدمی پیشگوئی کے رو سے فوت ہوئے اور بعض آدمی قتل کی پیشگوئی کے رو سے مارے گئے پس تم نہیں سوچتے۔ اور میری تائید میں بہت سے نشان ظاہر ہوئے لیکن تمہیں کچھ پرواہ نہیں۔ اور میرے لئے زمین اور آسمان اور پانی اور مٹی نے گواہی دی لیکن تم بالکل نہیں ڈرتے اور عقل اور نقل اور علامتیں اور نشان ایک دوسرے کے گواہ ہوئے اور دوسری گواہیوں اور خوابوں اور مکاشفات نے آپس میں ایک دوسرے کو قوت دی پھر تم انکار کرتے ہو اور ان لوگوں کی نظر میں جو تدبر کرتے ہیں ان نشانوں کی بڑی شان ہے اور ذوالسنین ستارہ نے طلوع کیا اور صدی میں سے پانچواں حصہ گذر گیا مگر چند برس پس اگر جانتے ہو تو بتاؤ کہ مجدد کہاں ہے۔ اور طاعون پھوٹا اور حج روکا گیا اور موتیں زیادہ ہوئیں اور سونے کی کان پر قوموں نے آپس میں لڑائی جھگڑے کئے اور صلیب بلند ہوئی اور اسلام نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور غائب ہو گیا گویا کہ مسافر ہے۔ اور فسق اور فاسق بہت ہو گئے اور لوگوں نے شراب اور جوئے اور ناچ رنگ کی طرف رجوع کیا اور بدکار اور ایک دوسرے پر سختی کرنے والے ظاہر ہوئے اور پرہیزگار کم ہو گئے اور ہمارے خدا کی تجلی کا وقت ظاہر ہو گیا اور وہ سب جو کچھ نبیوں نے کہا تھا ظہور میں آیا پس اس کے سوا کس بات کو مانوگے۔ اس آدمی کی طرح سوچو جو نہ بخل کرتا ہے اور نہ دشمنی۔ کیا یہ وہ زمانہ نہیں کہ خدا بندوں پر رحم کرے؟ اور کیا یہ وہ زمانہ نہیں کہ بدی کو دفع کیا جائے اور جگروں کی پیاس کا مینہ برسانے سے تدارک کیا جائے؟ کیا بدی کا سیلاب اپنی انتہا کو نہیں پہنچا؟ اور جہالت کے دامن نے اپنے کناروں کو نہیں پھیلایا؟ اور ملک فاسد ہو گیا اور شیطان نے جاہلوں کا شکریہ ادا کیا پس اس خدا کا شکر کرو جس نے تم کو یاد کیا اور تمہارے دین کو یاد کیا اور ضائع ہونے سے محفوظ رکھا اور تمہارے بوئے ہوئے کو اور تمہاری زراعت کو آفتوں سے

بچایا اور مینہ نازل فرمایا اور اس کے سرمایہ کو کامل کیا اور اپنے مسیح کو ضرر کے دور کرنے کے لئے اور اپنے مہدی کو خیر اور نفع پہنچانے کے لئے بھیجا اور تمہیں تمہارے امام کے زمانہ میں غیر کے زمانہ کے بعد داخل کیا اے بھائیو! یہ ہمارا زمانہ ہمارے اس مہینے سے مناسبت تام رکھتا ہے کیونکہ یہ آخری زمانہ ہے اور یہ مہینہ بھی اسلام کے مہینوں میں سے آخری ہے اور دونوں ختم ہونے کے قریب ہیں اس آخری مہینہ میں بھی قربانیاں ہیں اور اس آخری زمانہ میں بھی قربانیاں ہیں۔ اور فرق صرف اصل اور عکس کا ہے جو آئینہ میں پڑتا ہے اور اس کا نمونہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں گذر چکا ہے۔ اور اصل روح کی قربانی ہے اے دانشمندو! اور بکروں کی قربانیاں روح کی قربانی کے لئے مثل سایوں اور آثار کے ہیں پس اس حقیقت کو سمجھ لو اور تم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد یہ حق رکھتے ہو اور اس بات کے اہل ہو کہ اس حقیقت کو سمجھو اور تم ان میں سے ایک آخری گروہ ہو جو خدا کے فضل اور رحمت سے اس کے ساتھ شامل کئے گئے ہو۔ اور زمانوں کا سلسلہ جناب الٰہی سے ہمارے زمانہ پر ختم ہو گیا ہے جیسا کہ اسلام کے مہینے قربانی کے مہینہ پر ختم ہو گئے ہیں اور اس میں اہل رائے کے لئے ایک پوشیدہ اشارہ ہے اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہو گا اور میرے عہد پر ہو گا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے پس خدا سے ڈرو اے جوانمردو اور مجھے پہچانو اور نافرمانی مت کرو اور نافرمانی پر مت مرو اور زمانہ نزدیک آ گیا ہے اور وہ وقت نزدیک ہے کہ ہر ایک جان اپنے کاموں سے پوچھی جائے اور بدلہ دی جائے۔ بلائیں بہت ہیں اور تمہیں صرف ایمان نجات دے گا اور خطائیں بڑی ہیں اور ان کو گداز نہیں کرے گا مگر گداز ہو جانا خدا کے عذاب سے اے میرے انصار ڈرو اور جو خدا سے ڈرے ان کے لئے دو بہشت ہیں پس غافلوں کے ساتھ مت بیٹھو ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اپنی موتوں کو بھلا رکھا ہے۔ خدا کی طرف دوڑو اور تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ ایسے گھوڑوں کو چھوڑو جو لنگڑا کے چلتے ہیں تا اپنے خدا کو ملو خدا کی طرف منقطع ہو جانا عادت پکڑو تا خدا کا وصال اور اس کا قرب تمہیں عنایت کیا جائے اور اسباب کو توڑ دو تا کہ تمہارے لئے اسباب پیدا کئے جائیں اور مر جاؤ تا دوبارہ زندگی تمہیں دی جائے آج مخالفوں پر حجت پوری ہو گئی اور عذر کرنے والوں کے سب عذر ٹوٹ گئے اور تم سے وہ سب گروہ نا امید ہو گئے جو گمراہ کرنے والے اور وسوسہ ڈالنے والے تھے انہوں نے دنیا کی طلب میں اپنی عمریں کھوئیں اور دین میں سے کوئی بہرہ حاصل نہ کیا بلکہ وہ اندھوں کی طرح ہیں اور آج خدا نے ان کی کمریں توڑ دیں اور وہ نا امید ہو کر پھر گئے۔ آج دیکھنے والوں کے لئے حق ظاہر ہو گیا اور مجرموں کی راہ کھل گئی اور حق سے کنارہ کرنے والا وہی شخص رہا جس کو ازلی محرومی نے روک دیا اور وہی منکر رہا جس کو پیدائشی جور پسندی پس ہم ان لوگوں کو سلام کے ساتھ رخصت کرتے ہیں اور ان پر حجت پوری ہو گئی اور ان کا قابل سزا ہونا ثابت ہو گیا پس اگر اب بھی باز نہ آویں پس صبر لائق ہے۔ اور عنقریب وہ جو ان کے حالات پر اطلاع رکھتا ہے ان کو متنبہ کر دے گا۔

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 31 تا 73)



كَلَامُ الْاِمَام

اگر ہم جلد از جلد فتح چاہتے ہیں تو ہمیں متقی بننا ہوگا

خلاصہ خطبہ عید الاضحیٰ مورخہ 27 مئی 2026ء

مورخہ 27 مئی 2026ء کو عید الاضحیٰ کے موقع پر امیر المومنین سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا خلاصہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل کے حوالہ سے پیش خدمت ہے:

تشہد، تعوذ، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الحج آیت 38 کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رکھو کہ ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہر گز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے۔ در حقیقت اس طرح اللہ نے ان قربانیوں کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے تاکہ تم اللہ کی ہدایت کی وجہ سے اُس کی بڑائی بیان کرو۔ اور تُو اسلام کے احکام کو پوری طرح ادا کرنے والوں کو بشارت دے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ قانونِ قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ **یہ سب کچھ معرفتِ کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدردانی جڑ معرفتِ کاملہ ہے۔** پس جس کو معرفتِ کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی، اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی ہے اس کو ہر ایک گناہ سے جو بے باکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ ہم اس نجات کے لیے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجت مند، نہ کسی کفارے کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے، جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ **اسلام کے معنی ہیں ذبح ہونے کے لیے گردن آگے رکھ دینا۔**

فرمایا: دلوں کی پاکیزگی سچی قربانی ہے۔ گوشت اور خون سچی قربانی نہیں۔ جس جگہ عام لوگ جانوروں

کی قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں اور خدا نے یہ ظاہری قربانیاں اس لیے بند نہیں کیں تا معلوم ہو کہ ان قربانیوں کا بھی انسان سے تعلق ہے۔

فرمایا: **ظاہری نماز اور روزہ اگر اُس کے ساتھ صدق نہ ہو تو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔** جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی ریاضتیں کرتے ہیں... لیکن یہ ظاہری تکلیفیں ان کو کوئی نُور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے... پس

اللہ تعالیٰ کو تقویٰ پہنچتا ہے اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔

پس

صرف بکرے ذبح کرنے سے عید الاضحیٰ منانے کا مقصد پورا نہیں ہو جاتا۔ ہاں بکرا ذبح کرنا ایک ظاہری عمل ہے جو انسان کو یاد دلاتا ہے کہ تم نے بھی قربانی کر کے اپنی اصلاح کرنی ہے۔ **تقویٰ پر چلنا ہے، اپنی روحوں کو پاک صاف کرنا ہے** اور اُن باتوں پر عمل کرنا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہی ہے کہ نمازوں کی اُن کے وقت پر صحیح ادائیگی کی جائے۔ نمازیں پڑھتے ہوئے اگر توجہ اِدھر اُدھر ہو جائے تو دوبارہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے توجہ نماز کی طرف کی جائے۔ انسان جو الفاظ ادا کر رہا ہے، خواہ وہ مسنون دعائیں ہیں یا قرآنی الفاظ ہیں، اُن پر غور کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے کہ وہ اسے ان سے فیضیاب کرے۔



حقوق العباد کے ضمن میں حضورؒ نے فرمایا کہ **تم تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ یہی ہے کہ** ایک دوسرے سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ کسی سے غرور نہ کرو، کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔ کسی کا چڑ کر نام نہ لو اور کسی سے غلط قسم کے جھگڑے نہ کرو۔ زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کرو۔ خدا کے کلام سے یہی پایا جاتا ہے کہ متقی وہی ہوتا ہے جو غریبی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے بلکہ اُن کی گفتگو ایسے ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کر رہا ہو۔

پس اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ دلوں میں پاکیزگی پیدا ہو۔ اگر دلوں میں پاکیزگی نہیں ہے تو ان قربانیوں کی عید منانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

پس **اصل چیز تقویٰ ہے اور تقویٰ کے لیے اصل چیز یہ ہے اپنے اخلاق اچھے کرو اور اپنی عبادتوں کے معیار بڑھاتے چلے جاؤ۔**

حضورؒ نے فرمایا کہ **قبولیتِ دعا کا سُرور بھی تمہیں تب ہی ملے گا جب تم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے والے ہو** گے۔ جب تک تم تقویٰ کی راہوں پر قدم نہیں مارو گے تب تک تم دعاؤں کی قبولیت کا فائدہ نہیں اٹھا سکو گے اور نہ اس کا اثر دیکھ سکو گے۔ تقویٰ کی راہیں یہی ہیں کہ اللہ کا حق بھی پورا کرو اور اس کے بندوں کے حقوق بھی پورے ادا کرو۔

جب ہم کہتے ہیں کہ تقویٰ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے تو تقویٰ کس طرح اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے؟ حضورؒ فرماتے ہیں کہ اپنے اخلاق ہمسایوں سے بھی درست کرو۔ جو شخص اپنے ہمسائے کو اپنے اخلاق میں درستی دکھلاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہر ایک قسم کے ظاہری اور مخفی بتوں سے اپنے دل اور سینے پاک کرو۔ اس کے بغیر انسان تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا۔ دینی علم حاصل کرو اور پھر اس کو پھیلاؤ کہ یہی تقویٰ ہے۔ پھر جہاں تک اللہ تعالیٰ کے خوف کا تعلق ہے تو اس کے لیے جہاں فرض نمازوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے وہیں تہجد اور نوافل کی طرف بھی توجہ کرو۔

اگر تم فتح چاہتے ہو تو متقی بن جاؤ کیونکہ متقی بنے بغیر تمہاری فتح نہیں ہو سکتی۔

پس اگر ہم جلد از جلد فتح چاہتے ہیں تو ہمیں متقی بننا ہو گا۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہو گی۔ اپنے اخلاق اور باہمی تعلقات کی حفاظت کرنا ہو گی اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا ہو گا۔

فرمایا: تقویٰ اس کو بھی کہتے ہیں کہ اپنے اخلاق اور اعمال میں ترقی کرو۔ فرمایا مجھے بار بار یہ الہام ہوا کہ

تم لوگ متقی بن جاؤ۔ یعنی تمہاری جماعت کے لوگ متقی بن جائیں۔ تم لوگ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا۔ فرمایا میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ مَیں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ اور طہارت اختیار کر لے۔

جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔

فرمایا: چاہیے کہ تقویٰ خالص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ حصّہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں۔... خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے وہ مصلحتِ الٰہی سے آتا ہے۔ ورنہ ساری دنیا اکٹھی ہو جائے تو ان کو ایک ذرّہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی کیونکہ وہ دنیا میں نمونہ قائم کرنے کے لیے آتے ہیں۔ یہ تکلیفیں اس لیے آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتا ہے کہ آیا تمہارے اندر قربانی کی روح ہے بھی یا نہیں اور یہی تقویٰ ہے۔

فرمایا: جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ فرمایا: تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو بلکہ حصولِ تقویٰ کے پیچھے لگو۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ

یہ چند باتیں ہیں جو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں اور یہ وہ سبق ہے جو عیدِ قربان ہمیں دیتی ہے۔ اگر ہم ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے تو یہ قربانیاں ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ صرف قربانیاں کرنا اس بات کا کوئی معیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو گیا ہے بلکہ **اصل چیز یہ ہے کہ ان قربانیوں کے ساتھ ہم میں یہ روح پیدا ہو جائے کہ ہم اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہوں اور عید قربان ہمیں یہ سبق دے کہ ہم نے حقیقت میں دین کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار رہنا ہے۔** ہم نے اپنی عبادتوں اور اخلاق کے معیار بڑھانے ہیں، دشمنوں کو بھی اپنے اعلیٰ اخلاق سے اپنا گرویدہ کرنا ہے۔ تبلیغ کے میدان میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی ہدایت ہے کہ اگر تم اعلیٰ اخلاق دکھاؤ گے تو تمہارے دشمن بھی تمہارے گرویدہ بن سکتے ہیں۔ پس یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی عید منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ قربانیوں کی اہمیت کو سمجھنے اور اعلیٰ اخلاق پر قائم ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر لحاظ سے ہمیں وہ لوگ بننے کی توفیق عطا فرمائے جو اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں حضرت مسیح موعودؑ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہر حالت میں تقویٰ پر چلنے والے ہوں۔ آمین

اب ہم دعا کریں گے۔ **دعا میں سب سے پہلے پاکستان کے اُن احمدیوں کو یاد رکھیں۔** جو ظالمانہ قانون کی وجہ سے جان اور مال کی قربانی تو دے رہے ہیں لیکن ان کی عبادتوں پر روکیں ہیں، پابندیاں ہیں؛ عید پڑھنے پر پابندیاں ہیں۔ جانوروں کی قربانیاں کرنا تو دُور کی بات ہے وہ گھر میں چار دیواری کے اندر بھی عید کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر بھی روک ہے۔ جن کو توفیق ہے قربانیاں کرنے کی وہ بھی اس سے محروم ہیں، چاہے گھر کے اندر ہی قربانیاں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ان کے لیے بہت بڑا جرم ہے اور انتظامیہ حرکت میں آجاتی ہے۔ پولیس کے پہرے بٹھا دیے جاتے ہیں جیسے انہوں نے بہت بڑا جرم کر دیا ہو اور جو اصل مجرم ہیں جنہوں نے ملک میں فساد پیدا کیا ہوا ہے انہیں پکڑنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ آزادانہ طور پر اپنی من مانیاں کرتے پھر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پاکستانی احمدیوں کے حالات بہتر کرے۔ انہیں ان ظلموں سے نجات دے اور اُن کی یہ قربانیاں قبول فرمائے۔ اسی طرح اسیر ان کے لیے دعا کریں۔ وہ لوگ بھی بہت بڑی قربانیاں دے رہے ہیں۔ شہداء کی نسلوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے باپ داداؤں کی قربانیوں کا پاس رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کُل دنیا کے احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ ہر ایک کے ایمان کو مضبوط کرے اور ہمارے تقویٰ کے معیار کو بڑھاتا چلا جائے۔

اس کے ساتھ ہی مَیں سب کو عید مبارک کہتا ہوں۔

بعض جگہوں پر سخت حالات ہیں لیکن اس کے باوجود کیونکہ ہم خدا کی خاطر یہ عید منا رہے ہیں اس لیے ہمیں ان قربانیوں کو بھی خوشی سے قبول کرنا چاہیے۔ جب ہم انہیں خوشی سے قبول کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں خوشی سے قبول فرمائے گا۔

آج پاکستان میں بھی عید ہوئی ہے لیکن بہت ساری جگہوں پر احمدیوں کو گھروں میں چھپ کر عید پڑھنی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ظلموں کو دُور کرے اور ہم حقیقی قربانیاں دینے والے ہوں۔ آمین

(خلاصہ خطبہ عید الاضحیٰ مورخہ 27 مئی 2026ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 مئی 2026)

(https://alfazl.com/2026/05/27/148960/)



تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

16۔ نشان آسمانی

اے۔ ولیم

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(’’ملفوظات‘‘حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد7 صفحہ 224 ایڈیشن 2022ء)

تعارف

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 1892ء میں لدھیانہ کے قیام کے دوران ایک کتاب ’’نشان آسمانی‘‘ تصنیف فرمائی۔ جس کا دوسرا نام شَہَادَتُ الْمُلْھَمِیْن بھی رکھا۔ یعنی الہام یافتہ لوگوں کی گواہی۔ 48 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ جون 1892ء کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوا۔ پھر قریباً 4 سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن قدرے اضافہ کے ساتھ جنوری 1896ء کو شائع ہوا۔ 56 صفحات کا یہ رسالہ روحانی خزائن جلد 4 کے صفحات 355 تا 412 میں شامل ہے۔

اس سے پہلے حضور علیہ السلام نے ایک کتاب ’’آسمانی فیصلہ‘‘ لکھی تھی جس کا ایک جواب محمد حسین بٹالوی صاحب نے لکھا تھا۔ انہوں نے جو باتیں اپنے رسالہ میں لکھی تھیں ان کے جواب حضرت اقدسؑ نے اس کتاب ’’نشانِ آسمانی‘‘ میں درج فرمائے۔

اسی طرح نشان آسمانی ایڈیشن اوّل کے شائع ہونے کے بعد مولوی محمد جعفر تھانیسری [1838-1905ء] نے اس کتاب کے رد میں 23 جولائی 1892ء ایک رسالہ ’’تائید آسمانی در رَدِّ نشانِ آسمانی‘‘ لکھا۔ جس میں لایعنی قسم کے رکیک دلائل کے ساتھ اپنی دانست میں نشان آسمانی کے مضامین کا رد شائع کیا اور یہ بھی ثابت کرنے کی ناکام بچگانہ کوشش کی کہ اس کتاب میں نعمت اللہ ولی صاحب کے الہامی قصیدہ کے مصداق سید احمد شہید صاحب تھے نہ کہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ،[مولوی جعفر صاحب کا یہ رسالہ اب رد قادیانیت کے طور پر شائع ہونے والے رسائل کی سیریز ''احتساب قادیانیت'' جلد 39 کے صفحہ 16 تا 36 پر موجود ہے۔]

حضور علیہ السلام نے دیگر مجاہدانہ مصروفیات کے باوجود 1896ء میں جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع فرمایا تو مولوی صاحب کے اس دعویٰ کی مدلل تردید کرتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ سید احمد صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

نشان آسمانی کے مضامین کا مختصر تعارف

کتاب کے شروع میں نعمت اللہ ولی صاحب کا قصیدہ درج کیا گیا ہے اور مولوی جعفر صاحب کے مزعومہ دلائل کی تردید کی گئی ہے۔ اس کے بعد پنجاب کے ایک بزرگ کی پیشگوئی کو درج فرمایا ہے۔

ایک مجذوب سائیں گلاب شاہ کی گواہی

آپؑ نے اپنی تصنیف ازالۂ اوہام میں ایک مجذوب سائیں گلاب شاہ کی پیشگوئی کریم بخش جمالپوری کی روایت سے بیان فرمائی تھی۔ کریم بخش صاحب خود ایک نیک اور صالح بزرگ تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے مئی 1892ء میں دوبارہ انہیں لدھیانہ بلایا اور کریم بخش صاحب نے دوبارہ حلفیہ گواہی دی۔ وہ حلفیہ اشتہار حضرت اقدسؑ نے نشان آسمانی میں پھر شائع فرمایا۔ اس میں کریم بخش صاحب بیان کرتے ہیں:

''تمام مسلمان بھائیوں پر واضح ہو کہ اس وقت میں محض اپنے بھائیوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کیلئے اس اپنی سچی شہادت کو جس کا ذکر میں نے ازالہ اوہام کے صفحہ 707 میں پہلے اس سے لکھایا تھا بہ تفصیل تام **میرزا غلام احمد** صاحب قادیانی کی نسبت ظاہر کرنا چاہتا ہوں تا لوگوں کو میری طرف سے خاص طور پر اطلاع ہو جائے اور تا ادائے شہادت کے فرض سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو اور قبل اس کے کہ میں اس شہادت کو بیان کروں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میری شہادت بالکل صحیح اور ہر یک شک اور شبہ سے بالکل منزّہ ہے اگر اس شہادت کے بیان کرنے میں جو ذیل میں بیان کروں گا کچھ میری طرف سے افترا ہے یا کچھ کم و بیش میں نے اس میں کر دیا ہے تو خدائے تعالیٰ اسی جہان میں میرے پر عذاب نازل کرے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ اگر میں خلاف واقعہ بیان کروں گا اور خدائے تعالیٰ پر افترا باندھوں گا تو جہنم کے سر گروہوں میں داخل کیا جاؤں گا اور خدائے تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت دنیا اور آخرت میں میرے پر وارد ہو گی۔ میں نے اس گواہی کو جو ابھی بیان کروں گا بہت ضبط سے یاد رکھا ہے اور نہ میں نے بلکہ خدائے تعالیٰ نے یاد رکھنے میں مجھ کو مدد دی ہے تا ایک گواہی جو میرے پاس تھی اپنے وقت پر ادا ہو جائے ہر چند کہ میں ابتدا سے خوب جانتا ہوں کہ اس گواہی کے ادا کرنے سے میں اپنی عزیز قوم کو سخت ناراض

کروں گا اور وہ کفر جو علماء کے دعوت خانہ سے تقسیم ہو رہا ہے اس کا ایک وافر حصہ مجھ کو بھی ملے گا اور اپنے بھائیوں کی میل ملاقات سے ترک کیا جاؤں گا اور سب و شتم اور لعن و طعن کا نشانہ بنوں گا لیکن ساتھ اس کے مجھے اس بات پر بھی یقین کلی ہے کہ اگر اس دینی گواہی کو اس پر فتنہ کے وقت میں پوشیدہ رکھوں گا تو اپنے رب کریم کو ناراض کر دوں گا اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جاؤں گا اور اس جلتی ہوئی آگ میں ڈالا جاؤں گا جس کا کچھ انتہا نہیں۔ سو میں نے دونوں طور کے نقصانوں کو جانچا آخر یہ نقصان مجھ کو خفیف اور ہیچ معلوم ہوا کہ میری سچی گواہی کی وجہ سے میری برادری کے معزز لوگ مجھ کو چھوڑ دیں گے یا میں مولویوں کے فتووں میں کافر کافر کر کے لکھا جاؤں گا اب میں بڈھا ہوں اور قریب موت کمال بد نصیبی ہو گی کہ اس عمر تک پہنچ کر پھر میں غیر اللہ سے ڈروں مجھ کو اس کفر اور معصیت سے خوف آتا ہے جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہے اور میں جہنم کی آگ کی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر میں کیوں چار دن کی زندگی کیلئے مولویوں یا برادری کی خاطر روز حشر میں اپنا مونہہ سیاہ کروں خدائے تعالیٰ مجھے ایمان پر موت دے میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا اگر وہ راضی ہو تو پھر دنیا کی ہر ایک رسوائی در حقیقت ایک عزت ہے اور ہر ایک درد ایک لذت۔ بھائیوں کی جدائی سے بھی اپنے اللہ کی راہ میں مجھے اندیشہ نہیں میری اب آخری عمر ہے۔ بہت سے عزیزوں کو موت نے مجھ سے جدا کر دیا اور میں بھی جلد اس مسافر خانہ سے سفر کر کے باقی ماندہ عزیزوں سے جدا ہونے والا ہوں پھر اگر خدائے تعالیٰ کیلئے اور اس کی راہ میں اور اس کے راضی کرنے کیلئے جدائی ہو تو زہے **قسمت** کہ ایسا ثواب مجھ کو حاصل ہو۔

بھائیو! یقیناً سمجھو کہ اگر یہ گواہی میرے پاس نہ ہوتی اور اس وقت سے تیس یا اکتیس برس پہلے اگر ایک ربّانی مجذوب میرے پر یہ راز نہ کھولتا کہ **آنے والا عیسیٰ موعود** کون ہے تو آج میں بھی اپنے بھائیوں کی طرح میرزا غلام احمد قادیانی کا ایک اشد مخالف ہوتا اگرچہ میں قتل بھی کیا جاتا تاہم بالکل غیر ممکن اور محال تھا کہ میں میرزا صاحب کو مسیحِ موعود قبول کر کے اپنے اس محکم عقیدہ کو چھوڑ دیتا جس کو میں اپنے خیال میں اہل سنت والجماعت کا مذہب اور سلف صالح کا اعتقاد اور اپنے علماء کا عقیدہ مسلمہ سمجھتا تھا۔ لیکن یہ خدائے تعالیٰ کی میرے حق میں ایک رحمت تھی جو اس نے اس واقعہ سے تیس برس پہلے ایک باخدا مرد اور بیابان کے پھرنے والے ایک مجذوب کی زبان سے وہ باتیں میرے کانوں تک پہنچا دیں جو اب میرے لئے ایک عظیم الشان نشان ہو گئیں اور ان پیشگوئیوں نے میرے دل کو مرزا صاحب کی سچائی پر ایسا قائم کر دیا کہ اگر اب کوئی ٹکڑہ ٹکڑہ بھی کرے تو مجھے اس راہ میں اپنی جان کی بھی کچھ پرواہ نہیں جیسے روز روشن جب نکلتا ہے تو کسی کو اس میں کچھ شک نہیں رہتا ایسا ہی مجھ پر ثابت ہو گیا ہے کہ میرزا غلام احمد قادیانی **وہی مسیح موعود ہیں** جن کے آنے کا وعدہ تھا جن کا کتابوں میں عیسیٰ نام رکھا گیا ہے اور میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ عیسیٰ نبی علیہ السلام مر گیا اور پھر نہیں آئے گا۔ جس کے آنے کی **رسول کریمؐ** نے بشارت دی تھی وہ یہی **امام** ہے جو اسی امت

سے پیدا ہوا۔ سو میں نے چاہا کہ اس سچائی کو اوروں پر بھی ظاہر کروں۔ اور ناواقف لوگوں کو حق پر قائم کرنے کیلئے مدد دوں اور خدا میرے دل کو دیکھ رہا ہے کہ میں سچا ہوں اور اگر میں سچا نہیں تو خدا میرے پر تباہی ڈالے۔ پس اے بھائیو ڈرو اور ناحق کی بد ظنی سے اپنے بھائی کی گواہی رد مت کرو کہ وہ دن ہم سب کیلئے قریب ہے جس سے ہم کسی طرف بھاگ نہیں سکتے۔

وہ گواہی جو میرے پاس ہے یہ ہے کہ میرے گاؤں جمال پور میں جو ضلع لودھیانہ میں واقع ہے ایک بزرگ **مجذوب باخدا آدمی تھے جن کا نام گلاب شاہ تھا** میں ان کی صحبت میں اکثر رہتا اور ان سے فیض حاصل کرتا تھا اور اگرچہ میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا تھا اور مسلمان کہلاتا تھا لیکن میں اس امر کے اظہار سے رہ نہیں سکتا کہ درحقیقت انہوں نے ہی مجھے طریق اسلام سکھلایا اور توحید کی صاف اور پاک راہ پر میرا قدم جمایا۔ **اس بزرگ درویش نے ایک دفعہ میرے پاس بیان کیا کہ عیسیٰ جوان ہو گیا ہے** اور لدھیانہ میں آوے گا اور قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور فیصلہ قرآن کے ساتھ کرے گا اور پھر فرمایا کہ فیصلہ قرآن پر کرے گا اور مولوی انکار کریں گے اور پھر فرمایا کہ مولوی لوگ سخت انکار کریں گے میں نے ان سے پوچھا کہ قرآن تو خدائے تعالیٰ کا کلام ہے کیا اس میں بھی غلطیاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں بن گئیں اور شاعری زبان پھیل گئی اس لئے غلطیاں پڑ گئیں (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو چھپایا گیا جیسے شاعر چھپاتے ہیں) عیسیٰ جب آئے گا تو ان سب غلطیوں کو نکالے گا اور فیصلہ قرآن سے کرے گا پھر کہا کہ فیصلہ قران پر کرے گا اس پر میں نے کہا کہ مولوی تو قرآن کے وارث ہیں وہ کیوں انکار کریں گے تب انہوں نے جواب دیا کہ مولوی سخت انکار کریں گے پھر میں نے بات کو دوہرا کر کہا کہ مولوی کیوں انکار کریں گے وہ تو وارثِ قرآن ہیں اس پر وہ بہت طیش میں آکر اور ناراض ہو کر بولے کہ تو دیکھے گا کہ اس وقت مولویوں کا کیا حال ہو گا وہ سخت انکار کریں گے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ **عیسیٰ جوان تو ہو گیا مگر وہ کہاں ہے انہوں نے کہا کہ بیچ قادیان کے (یعنی قادیان میں)** تب میں نے کہا کہ قادیان تو لدھیانہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے اس جگہ عیسیٰ کہاں ہیں اس وقت انہوں نے اس کا جواب نہ دیا مگر دوسرے وقت میں انہوں نے اس بات کا جواب دے دیا جس کو بباعث امتداد مدت کے میں پہلے لکھا نہ سکا اب یاد آیا کہ آخر میں کئی دفعہ انہوں نے فرمایا کہ **وہ قادیان بٹالہ کے پاس ہے اس جگہ عیسیٰ ہے** اور جب انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ عیسیٰ قادیان میں ہے اور اب جوان ہو گیا تو میں نے انکار کی راہ سے ان کو کہا کہ عیسیٰ مریم کا بیٹا تو آسمان پر زندہ موجود ہے اور خانہ کعبہ پر اترے گا یہ کون عیسیٰ ہے جو قادیان میں ہے اور جوان ہو گیا۔ اس کے جواب میں وہ بڑی نرمی اور سلوک کے ساتھ بولے اور فرمایا کہ وہ عیسیٰ بیٹا مریم کا جو نبی تھا مر گیا ہے وہ پھر نہیں آئے گا اور میں نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا مر گیا ہے وہ پھر نہیں آئے گا اللہ نے مجھے بادشاہ کہا ہے میں سچ کہتا ہوں جھوٹ نہیں کہتا۔

پھر انہوں نے تین مرتبہ خود بخود کہا کہ وہ عیسیٰ جو آنے والا ہے اس کا نام غلام احمد ہے اور میں نے اگرچہ بہت سی پیشگوئیاں گلاب شاہ کی پوری ہوتی دیکھیں تھیں لیکن اس پیشگوئی کے باب میں کہ آنے والا عیسیٰ قادیان میں ہے اور اس کا نام غلام احمد ہے ہمیشہ میں گلاب شاہ کا مخالف ہی رہا جب تک کہ اس کو پورے ہوتے دیکھ لیا اور اگرچہ میں ان کو بزرگ اور باخدا جانتا تھا مگر میں اس پیشگوئی کو بوجہ اس کے کہ وہ جیسا کہ میں خیال کرتا تھا اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مخالف تھی کسی طرح سے قبول نہیں کر سکتا تھا اس لئے پہلے دن جب میں نے ان کے منہ سے یہ بات سنی تو بڑے جوش وخروش سے میں نے ان کا جواب دیا لیکن پھر میں نے بلحاظ ادب ظاہری تکرار چھوڑ دیا اور دل میں مخالف رہا کیونکہ اور بھائیوں کی طرح بڑی مضبوطی سے میرا یہ اعتقاد تھا کہ عیسیٰ آسمان سے اترے گا اور زندہ آسمان پر بیٹھا ہے مرا نہیں ہے اور انہوں نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ جب عیسیٰ لدھانہ میں آئے گا تو ایک سخت کال پڑے گا جیسا کہ میں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ جب اس دعویٰ کے بعد مرزا صاحب لدھانہ میں آئے تو حقیقت میں سخت کال لدھیانہ میں پڑا۔ غرض اس بزرگ نے قریباً تیس یا اکتیس برس پہلے مجھ کو وہ خبریں دیں جو آج ظہور میں آئیں اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ سب باتیں پوری ہو گئیں جو گلاب شاہ نے آج سے تیس یا اکتیس برس پہلے مجھ کو کہی تھیں۔

میں اس بات کا لکھنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے بارہا اور بتکرار اس بات کا مشاہدہ ہو چکا ہے کہ یہ بزرگ صاحب خوارق وکرامات تھا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ ایک دفعہ ایک جنگل میں موضع رام پور کے قریب انہوں نے نشان کیا کہ اس جگہ دریا چلے گا اور دریا چلنے کی کوئی جگہ نہ تھی اس لئے ہم نے انکار کیا مگر ایک مدت کے بعد اسی جگہ نہر چلی جہاں نشان لگایا تھا۔ ایک جگہ معمار ایک کنواں بنا رہے تھے اور طیار ہو چکا تھا کچھ تھوڑا باقی تھا۔ گلاب شاہ کی اس پر نظر پڑی کہا ناحق اس کنوئیں کو بناتے ہو یہ تو تمام نہیں ہو گا اور بظاہر یہ ان کی بات خلاف عقل تھی کیونکہ کنواں تو بن چکا تھا کچھ تھوڑا سا باقی تھا مگر ان کا کہنا سچ ہو گیا اور اسی اثنا میں وہ کنواں نیچے بیٹھ گیا اور اس کا نشان نہ رہا۔

ایک دفعہ انہوں نے علی بخش نام ایک شخص کو بلایا کہ کوٹھہ پر سے جہاں وہ بیٹھا تھا دوسری طرف چلا آ۔ اور علی بخش اس کوٹھہ پر سے الگ ہونے سے سستی کرتا تھا آخر انہوں نے جھڑک کر اس کو کوٹھہ پر سے اٹھایا۔ پس اسی دم جو علی بخش کوٹھہ پر سے الگ ہوا کوٹھہ بیک دفعہ گر پڑا۔ ایک دفعہ مجھے پوچھنے لگے کہ کیا تیرے باپ کا ایک دانت بھی ٹوٹا ہوا تھا میں نے کہا کہ ہاں تب انہوں نے فرمایا کہ وہ بہشت میں داخل ہو گیا۔ میرا باپ مدت سے فوت ہو چکا تھا اور ان کو اس کے دانت کی کچھ بھی خبر نہیں تھی کیونکہ وہ اس زمانہ کے بعد ہمارے گاؤں میں آئے تھے سو دانت ٹوٹنے کی خبر انہوں نے الہام کے رُو سے دی اور عالم کشف سے اس کے بہشتی ہونے کی مجھے بشارت دی۔ یہ بھی بیان کے لائق ہے کہ گلاب شاہ ایک مرد باخدا پاک مذہب موحد تھا اور مجذوب ہونے کی حالت میں توحید کا چشمہ ان کی زبان پر جاری

تھامیں نے دین اسلام کی راہ اور توحید کا طریقہ انہیں سے سیکھا اور انہیں کی تعلیم کے موافق ذکر الٰہی کرتا رہا یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں میرا قلب جاری ہو گیا اور عبادت کی لذت آنے لگی اور ایسا ہو گیا کہ جیسا ایک مرا ہوا زندہ ہو جاتا ہے سچی خوابیں آنے لگیں جو خواب دیکھتا وہ پوری ہو جاتی اور الہامات صحیحہ مجھ کو ہونے لگے۔ یہ سب کچھ ان کی توجہ کی برکت تھی وہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک برکت اللہ اور رسول کی پیروی میں ہے اور چار مذہب اور چار سلسلے جو لوگوں نے مقرر کر رکھے ہیں ان کو دراصل کچھ چیز نہیں سمجھنا چاہئے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا مدعا یہ رکھنا چاہئے کہ واقعی طور پر اللہ اور رسول کی پیروی ہو جائے۔ جو بات اللہ اور رسول سے ثابت نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے گو اس کا کوئی قائل ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ جیسے ایک شاگرد کہے کہ میں اپنے ہی استاد کا کہا مانوں گا نہ کسی اور کا۔ یہی چار مذہب کے ان مقلدوں کی مثال ہے جو اتباع نبوی سے اپنے ائمہ کی متابعت مقدم سمجھتے ہیں۔ حق خالص پر وہ لوگ ہیں جو قرآن اور حدیث پر غور کرتے ہیں اور کلام اللہ سے سچائی کو ڈھونڈتے ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں چار مذہب کا خواہ نخواہ فرمودہ خدا کا مخالف بن کر بھی پیرو بن جانا یا چار سلسلوں میں ہی خدائے تعالیٰ کے فیض کو محدود سمجھنا دین داروں کا کام نہیں یہ دین نہیں ہے بلکہ نفسانی باتیں ہیں۔ دین وہی ہے جو قرآن لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا۔

میں نے ایک دفعہ کہا کہ آپ کا مرید بننا چاہتا ہوں اجازت دیں تا مٹھائی لاؤں فرمایا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مٹھائی منگوایا کرتے تھے ہر ایک نعمت محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ بارہا مجذوبانہ حالت میں کہتے کہ معین الدین چشتی اور قطب الدین بختیار کاکی درویش تھے اور میں بادشاہ ہوں اور امراء سے سخت نفرت رکھتے اور غریبوں سے محبت اور پیار سے پیش آتے اور بسنے کیلئے کوئی مکان نہیں بنایا تھا آزاد طبیعت تھے جہاں چاہتے رہتے اور بیماروں کا علاج کرتے اور کسی سے ہرگز سوال نہ کرتے اور محبت الٰہی سے بھرے ہوئے تھے۔ ان کی تاثیر صحبت سے جو مجھ کو نعمتیں ملیں ان میں سے ایک بڑی نعمت میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت میں جو بڑے بڑے علماء ٹھوکر کھا کر مُنہ کے بل گر پڑے۔ مجھ کو خدائے تعالیٰ نے مرزا صاحب کی نسبت ٹھوکر کھانے سے بچا لیا یہ استقامت میری قوت سے ظہور میں نہیں آئی یہ اس پیشگوئی کا اثر ہے جو ایک عمر پہلے اس زمانہ سے سن چکا ہوں انہوں نے مجھ کو فرمایا تھا کہ تو دیکھے گا کہ جب عیسیٰ آئے گا اس وقت مولویوں کا کیا حال ہو گا۔ اس کلمہ میں انہوں نے میری طول عمر کی طرف بھی اشارہ کیا تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ تیس برس تک تیری زندگی وفا کرے گی میں اس وقت تک زندہ نہیں رہوں گا مگر تو رہے گا اور ان کی فیض صحبت سے جس قدر مجھ کو رؤیا صالحہ آئیں ان کو اس جگہ میں مفصل لکھ نہیں سکتا۔ میں اکثر مولویوں سے تعلقات محبت و اخلاص رکھتا اور ان کی ہمدردی کرتا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ان مولویوں کا حال بھی دیکھا کچھ عرصہ کے بعد خواب میں مجھ کو بعض مولوی نظر آئے جن کے کپڑے نہایت چرکیں اور بدن نہایت دبلے تھے اور حالت

ذلیل اور خوار تھی اور وہ اسی شہر لدھیانہ کے تھے جن کو میں جانتا ہوں جو اب تک زندہ ہیں اور جن علماء کی صحبت سے وہ مجھ کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ ان کی صحبت میں رہو ان کے اچھے حالات مجھ پر خواب میں کھلتے تھے۔

چنانچہ مولوی محمد شاہ صاحب والد بزرگوار مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لودیانہ کی خدمت میں میرا آنا جانا بہت تھا وہ ایک دفعہ مجھ کو خواب میں نظر آئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک جماعت میں بیٹھے ہیں اور لباس ان کا نہایت سفید ہے اور بہت عمدہ اور خوبصورت ہے اور جس قدر ان کی محفل ہے تمام محفل کے لوگ سفید پوش ہیں اس وقت میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ مولوی محمد شاہ صاحب دین اور شریعت پر استقامت رکھتے ہیں اس لئے یہ لباس نظر آتا ہے۔ ایک دفعہ مجھ کو یہ خواب آیا کہ کوئی شخص مجھ کو کہتا ہے کہ تجھے ستر (70) ایمان بخشے گئے ہیں۔ یہ خواب میں نے مولوی محمد شاہ صاحب موصوف کے پاس بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان تو ایک ہی ہوتا ہے مگر یہ کمال ایمان کی طرف اشارہ ہے اور ستر (70) کے عدد سے قوت ایمان اور خاتمہ بالخیر کا ظاہر کرنا مقصود ہے۔ سو الحمد للہ کہ اس طوفان کے وقت میں میں نے حق کو پہچان لیا اور خدائے تعالیٰ نے بچا لیا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام برکات گلاب شاہ صاحب کی صحبت کی ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری صحبت میں رہنے سے کسی کو کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو یہ فائدہ تو ضرور ہوگا کہ اس کی عبادت میں حلاوت و قبولیت پیدا ہوگی یعنی خطرہ سلب ایمان سے بچ جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے اس فتنہ کے زمانہ میں مجھے ٹھوکر سے محفوظ رکھا اور مرزا صاحب کی سچائی پر میرے دل کو قائم کر دیا۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ میں نے اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر یہ اشتہار شائع کیا ہے لیکن جیسا کہ میں ازالہ اوہام میں لکھوا چکا ہوں میرے چال چلن کے واقف اس نواح میں بہت لوگ ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ میری زندگی کیسی صلاح اور تقویٰ سے گذری ہے اور ہمیشہ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو ناپاک طریقوں جھوٹ اور افترا سے محفوظ رکھا ہے اور شہر لودیانہ کے سرگروہ موحدین حضرت مولوی محمد حسن صاحب جن کے دادا صاحب کے وقت سے میں اس خاندان کے ساتھ تعلق محبت و ارادت رکھتا ہوں اور ہم قومی کا شرف بھی مجھ کو حاصل ہے وہ میرے حال سے خوب واقف ہیں۔ وہ باوجود اختلاف رائے کے پھر بھی میرے لئے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھا سکتے ہیں کہ کریم بخش یعنی یہ عاجز ہمیشہ نیک نامی اور دینداری کے ساتھ عمر بسر کرتا رہا ہے اور دروغ و افتراء جو بدمعاشوں اور اوباشوں کا کام ہے کبھی اس سے ظہور میں نہیں آیا۔ اور اگر میرے مخدوم مولوی محمد شاہ صاحب آج زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے صلاح و تقویٰ کی گواہی دیتے علاوہ اس کے ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ مجھے مرزا صاحب کے معاملہ میں ناحق کا جھوٹ بولنے اور افترا کرنے سے بجز لعنت خلق و خالق اور کیا حاصل تھا۔ ایک عظیم الشان خاندان اسلام سے میرا قدیمی تعلق دوستی و برادری ہے یعنی خاندان مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودیانہ پس جس حالت میں مولوی صاحب مرزا صاحب

سے کنارہ کر گئے اور ایک جہان ان کو کافر کافر کہنے لگا تو مجھے کیا حاصل تھا کہ میں مرزا صاحب کی طرف رجوع کر کے اپنا دین بھی برباد کرتا اور اپنی دنیا بھی اور اپنے معزز بھائیوں کو چھوڑتا اور اپنی قوم سے بھی علیحدہ ہوتا سو جس چیز نے مجھے مرزا صاحب کی طرف رجوع کیا اور خلقت کے لعن وطعن کو میں نے اپنے پر گوارا کر لیا اور اپنے قدیم مخدوم کو ناراض کیا وہ مرزا صاحب کی سچائی ہے جو گلاب شاہ کی پیشگوئی سے مجھ پر کھل گئی اور پھر میں کہتا ہوں کہ میرے چال چلن کی حضرت مولوی محمد حسن صاحب سے قسم دے کر تفتیش کرنی چاہئے میرے خیال میں وہ متقیوں کی اولاد اور نجیب و شریف اور اہل علم اور باکمال مردوں کی ذرّیت ہیں وہ میرے حال سے واقف اور میں ان کی خاندانی شرافت اور نجابت سے واقف ہوں اور ان کے والد بزرگوار کے وقت سے میری ان سے ملاقات ہے یہ سب میں نے محض للہ لکھا ہے کیونکہ گمراہی کی ایک آگ بھڑک رہی ہے۔ اگر ایک شخص بھی میری اس گواہی سے راہِ راست پر آجاوے تو انشاء اللہ مجھے اس کا اجر ملے گا۔ میں بڈھا ہو گیا اور اب موت کے دن بہت قریب ہیں کیا تعجب کہ رب کریم نکتہ نواز اس نیک مرد کی طرح جس کا اس نے ذکر خیر اپنے پاک کلام میں لکھا ہے۔ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ۔ (الاحقاف:11) میرے پر صرف اس قدر عمل صالح سے فضل کر دیوے اور وہ غفور و رحیم ہے۔ اب میں نے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اس اشتہار کو ختم کرتا ہوں۔“ (نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 381 تا 389)

اس کے بعد شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے مشہور عام قصیدہ کو درج کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بھی آپؑ کی صداقت کے بیان میں ہے۔ آپؑ نے اس قصیدہ کے بعض اشعار کی تشریح بھی فرمائی۔ اس قصیدہ کے بعض اشعار تو اتنے واضح ہیں کہ کسی تشریح کے بھی محتاج نہ تھے۔ اس قصیدہ کو شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے الہامی قصیدہ قرار دیا تھا۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

قدرت کردگار میبینم   حالت روزگار میبینم
از نجوم ایں سخن نمے گوئم   بلکہ از کردگار میبینم

(ترجمہ: میں خالق کی قدرت دیکھتا ہوں۔ (اور) میں زمانے کی حالت دیکھ رہا ہوں۔ میں علمِ فلکیات سے یہ بات نہیں کرتا بلکہ خدائے قادر نے مجھے یہ بات بتلائی ہے۔)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعات عالم ان کو کشفی رنگ میں دکھائے گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ان واقعات کا انکشاف کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کا اظہار فرمایا اور نہ صرف یہ بلکہ آپ کے بعد سلسلہ کی ترقیات جس ہاتھ پر ہونے والی تھیں اس کا بھی ذکر کیا، جیسا کہ آپؒ قصیدہ میں فرماتے ہیں:

ا ح م و دال مے خوانم
نام آں نام دار میبینم

صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار میبینم
مہدی وقت و عیسیٰ دوران
ہر دو را شہسوار میبینم

(ترجمہ: میں الف، ح، میم اور دال (یعنی احمد) پڑھتا ہوں۔ (اور) میں اس کا نامِ نامی دیکھتا ہوں۔ اس کی صورت اور سیرت نبی کی سی ہے۔ اور میں اس کے علم اور حِلم کو اس کا شعار دیکھتا ہوں۔ مہدیٔ زماں اور عیسیٰ دوراں، دونوں کو میں شاہسوار کے طور پر دیکھتا ہوں۔)

پھر اس سلسلہ میں مزید فرمایا:

دور او چوں شود تمام بہ کام
پسرش یادگار میبینم

(ترجمہ: جب اس کا دور تمام ہو گا، تو میں اس کے بیٹے کو یادگار کے طور پر دیکھتا ہوں۔)

یہ ایک طویل قصیدہ ہے۔ اس کی اشاعت پر مخالف طبقہ میں پھر ایک جوش پیدا ہوا۔ بعض نے کہا یہ جعلی ہے اور کسی نے اس کا مصداق کسی اور کو بنانے کی کوشش کی۔ حضور اقدسؑ نے اس کا بھی کافی وشافی جواب دیا جو اس کے دوسرے ایڈیشن میں جو جنوری 1896ء میں شائع ہوا تھا، شامل اشاعت کر دیا گیا۔

دو بزرگان کی پیشگوئیاں درج کرنے کے بعد آپؑ اتمامِ حجت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں پیشگوئیاں میاں گلاب شاہ اور نعمت اللہ ولی کی اس عاجز کے حق میں حسب منشا قرآن کریم کے نشان صریح ہیں جس میں کسی دست بازی اور مکر اور فریب کی گنجائش نہیں۔ اب اگر کوئی صوفی پردہ نشین جو پردہ سے نکلنا نہیں چاہتا بقول بٹالوی صاحب اور میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے بالمقابل نشان دکھلانے کو طیار ہے تو وہ بھی ایسی ہی دو پیشگوئیاں ان ہی ثبوتوں کے ساتھ اپنے حق میں کسی گذشتہ ولی کی طرف سے پیش کرے۔ ہم خدائے تعالیٰ کی قسم یاد کر کے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ بھی ایسے ہی نشان اور اسی درجہ ثبوت پر اور ایسی عظمت کے ساتھ باعتبار اپنے بعد زمانہ کے پائے گئے ہیں تو ہم سزائے موت اٹھانے کیلئے بھی طیّار ہیں۔

اور اس عاجز کی اپنی گذشتہ پیشگوئیاں **تین ہزار** کے قریب ہیں جو اکثر استجابت دعا کے بعد ظہور میں آئی ہیں۔

ان میں سے **دلیپ سنگھ** کے روکے جانے کی پیشگوئی ہے یعنی یہ کہ وہ اپنے قصد ارادہ پنجاب سے ناکام رہے گا۔ یہ پیشگوئی اجمالی طور پر اشتہار میں چھپ چکی ہے اور صدہا آدمیوں کو زبانی سنائی گئی۔ اسی طرح پنڈت **دیانند** کے فوت ہونے کی نسبت پیشگوئی اور **شیخ مہر علی** صاحب رئیس کے ابتلا اور پھر رہائی کی نسبت پیشگوئی۔ **بٹالوی** صاحب کے مخالف ہو جانے کی نسبت پیشگوئی وغیرہ پیشگوئیاں جن کا مفصل ذکر موجب طول ہے۔ اگر فریق مخالف کے مولویوں میں کچھ ایمان ہے تو ان پیشگوئیوں کے بارے میں بھی ایک جلسہ مقرر کرکے اول ہم سے ثبوت لیں اور پھر اس کے موافق اپنی طرف سے پیشگوئیوں کا ثبوت دیں اور اگر بباعث اپنی تہی دستی کے ان دونوں طوروں مقابلہ سے عاجز آجائیں تو یہ بھی اختیار ہے کہ ایک سال کی مہلت پر آئندہ کیلئے آزمائش کرلیں کسی بڑے جھگڑے کی ضرورت نہیں ہر یک پیشگوئی جو کسی دعا کی قبولیت سے ظاہر ہو کسی اخبار میں بقید اس کے وقت ظہور کے چھپوادیں اور اس طرف سے بھی یہی کارروائی ہو سال گذرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ کون مؤید من اللہ اور کون مخذول اور مردود ہے۔

اگر یہ بھی نہ کریں تو سب لوگ یاد رکھیں کہ ان ملاؤں کا ارادہ صرف حق پوشی اور بخل اور تعصب ہے۔ حق جوئی سے کچھ غرض نہیں اگر ان کو سمجھ ہو تو ایک بڑا نشان یہ بھی ہے کہ یہ لوگ دن رات اس نور الٰہی کے بجھانے کیلئے کوشش کر رہے ہیں اور ہر قسم کے مکر عمل میں لا رہے ہیں اور لوگوں کو بہکا رہے ہیں اور ناخنوں تک حق کو مٹانے کیلئے زور لگا رہے ہیں کفر کے فتوے لکھ رہے ہیں اور آزار دہی کے تمام منصوبے گھڑ رہے ہیں یہاں تک کہ بٹالوی صاحب نے لوگوں کو برانگیختہ کیا ہے کہ گورنمنٹ کے سامنے جا کر سیاپا کریں غرض کوئی دقیقہ مکر اور فریب اور سعی اور کوشش کا اٹھا نہیں رکھا اور ایک جہان اپنے ساتھ کر لیا ہے اور جیسا کہ میں نے بٹالوی صاحب کو ان تمام واقعات سے پہلے اس الہام کی خبر دی تھی کہ میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے۔ اب وہی صورت پیدا ہو رہی ہے لوگوں نے یہاں تک دشمنی کی ہے کہ رشتہ ناطہ کو چھوڑ دیا ہے۔ باوجود ان تمام کارسازیوں کے جو کمال کو پہنچ گئی ہیں بالآخر **ہم فتح پا جائیں** تو اس سے بڑھ کر اور **کیا نشان ہوگا**۔

اور اگر کسی کی آنکھیں ہوں تو اس عاجز پر جو کچھ عنایات اللہ جلّ شانہٗ کی وارد ہو رہی ہیں وہ سب نشان ہی ہیں۔ دیکھو خدائے تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔ لیکن اس عاجز کے دعویٰ **مجدد** اور **مثیل مسیح** ہونے اور دعویٰ ہم کلام الٰہی ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے کیا یہ نشان نہیں ہے اگر خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ کاروبار نہ ہوتا تو کیونکر عشرہ کاملہ تک جو ایک حصہ عمر کا ہے ٹھہر سکتا تھا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ کیا یہ نشان نہیں ہے کہ الہامی پیشگوئیوں کے بالمقابل آزمائش کیلئے کوئی اس عاجز کے سامنے نہیں آسکتا اور اگر آوے تو خدائے تعالیٰ اس کو

سخت ذلیل کرے ایسا ہی صدہا تائیدات الٰہیہ شامل حال ہو رہی ہیں۔ میں حضرت قدس کا باغ ہوں جو مجھے کاٹنے کا ارادہ کرے گا وہ خود کاٹا جائے گا مخالف روسیاہ ہوگا اور منکر شرمسار یہ سب نشان ہیں مگر ان کیلئے جو دیکھ سکتے ہیں۔"
(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد4 صفحہ 395 تا398)

اسی طرح آپؑ نے مسیح ناصری کے آسمان سے اترنے کی تردید کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ جب کسی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی جاتی ہے تو یہ ایک استعاراتی کلام ہوتا ہے۔ اور اس سے پہلے ایلیا کی شکل میں یہ مسئلہ سامنے آکر حل بھی ہو چکا ہے اس لئے اب اس میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے۔ پھر نزول مسیح اور دجال کی تشریح کرتے ہوئے ان ناعاقبت اندیش مولویوں کی بھی دجالیت کی ہی ایک شاخ قرار دیا جو قرآن کو سمجھتے ہیں نا پڑھتے ہیں۔

رسالہ آسمانی فیصلہ کے جواب میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے جو رسالہ لکھا اس میں مولوی صاحب نے لکھا کہ روحانی مقابلہ کے لئے ایک سال کی مدت تو بہت زیادہ ہے جس کا جواب اس رسالہ میں حضورؑ نے یہ دیا کہ میعادوں کا مقرر کرنا تو کسی انسان کا کام نہیں، خدا تعالیٰ کے الہام سے یہ مدت مقرر کی گئی ہے۔ ملہم از خود تبدیلی نہیں کر سکتا۔ پھر مولوی صاحب نے نشان دکھانے کے لئے عجیب شرط رکھ دی کہ

"تب قبول کریں گے کہ جب آسمان سے من وسلویٰ نازل ہو یا کوئی مجذوم اچھا ہو جائے یا ایک کانے کو دوسری آنکھ مل جائے یا لکڑی کا سانپ بن جائے یا جلتی آگ میں کود پڑیں اور بچ جائیں دیکھو صفحہ 50 جواب فیصلہ آسمانی۔

ان تمام واہیات باتوں کا جواب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ان سب باتوں پر قادر ہے اور اس کے علاوہ بے شمار اور نشانوں پر بھی قادر ہے مگر اپنی مصلحت اور مرضی کے موافق کام کرتا ہے پہلے کفار نے یہی سوال کیا تھا۔ فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ۔ (الانبیاء:6) یعنی اگر یہ نبی سچا ہے تو موسیٰ وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل کے نشانوں کی مانند نشان دکھاوے اور مشرکین نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مردے ہمارے لئے زندہ کر دیوے یا آسمان پر ہمارے روبرو چڑھ جاوے اور کتاب لاوے جس کو ہم ہاتھ میں لے کر دیکھ لیں وغیرہ وغیرہ مگر خدائے تعالیٰ نے محکوموں کی طرح ان کی پیروی نہیں کی اور وہی نشان دکھلائے جو اس کی مرضی تھی یہاں تک کہ بعض دفعہ نشان طلب کرنے والوں کو یہ بھی کہا گیا کہ کیا تمہارے لئے قرآن کا نشان کافی نہیں۔ اور یہ جواب نہایت پر حکمت تھا کیونکہ ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ ان میں اور سحر و مکر و دست بازی وغیرہ میں تفرقہ و تمیز کرنا نہایت مشکل بلکہ محال ہوتا ہے اور دوسرے وہ نشان ہیں جو اِن مغشوش کاموں سے بکلّی تمیز رکھتے ہیں اور کوئی شائبہ یا شبہ سحر یا مکر یا دست بازی اور حیلہ گری کا ان میں نہیں پایا جاتا۔ سو اسی دوسری قسم میں سے قرآن کریم کا معجزہ ہے جو بکلّی روشن اور ہر یک پہلو اور ہر ایک طور سے لعل تاباں کی طرح چمک رہا ہے۔" (نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد4 صفحہ 392، 393)

چونکہ حضورؑ ان نام نہاد علماء اور مکذبین پر اتمام حجت کرنا چاہتے تھے اس لئے ان کے لئے ہر راہ فرار کو بند کرنا چاہتے تھے اس لئے اتمام حجت کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ جب تم اپنے آپ کو مومن کہتے ہو اور مجھے کافر کہتے ہو اپنے ایمان کا ثبوت دو۔ اب کیوں بھاگ رہے ہو اور اگر یکطرفہ نشان چاہتے ہو تو میں وہ بھی دکھانے کو تیار ہوں چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

"چونکہ میری طرف سے آسمانی فیصلہ میں ایمانی مقابلہ کیلئے درخواست ہے تو پھر مقابلہ سے دستکش ہو کر خاص مجھ سے نشانوں کیلئے استدعا کرنا اس صورت میں میاں نذیر حسین اور بٹالوی صاحب کا حق پہنچتا ہے کہ جب حسب تحریر میری اول اس بات کا اقرار شائع کریں کہ ہم لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں اور دراصل ایمانی انوار و علامات ہم میں موجود نہیں کیونکہ یک طرفہ نشانوں کے دکھلانے کیلئے بغرض کبر شکنی ان کی کے میں نے **یہی شرط آسمانی فیصلہ میں قرار دی ہے** اور نیز ظاہر بھی ہے کہ ان لوگوں کو بجائے خود مومن کامل اور شیخ الکل اور ملہم ہونے کا دعویٰ ہے اور مجھ کو ایمان سے خالی اور بے نصیب سمجھتے ہیں تو پھر بجز مقابلہ کے اور کونسی صورت فیصلہ کی ہے ہاں اگر اپنے ایمانی کمالات کے دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں تو پھر یک طرفہ ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔ اس بات کا جواب میاں نذیر حسین اور بٹالوی صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ باوجود دعویٰ مومن کامل بلکہ شیخ الکل ہونے کے کیوں ایسے شخص کے مقابلہ سے بھاگتے ہیں جو ان کی نظر میں کافر بلکہ سب کافروں سے بدتر ہے اور کس بنا پر یک طرفہ نشان مانگتے ہیں۔ اگر فیصلہ آسمانی کے جواب میں یہ درخواست ہے تو حسب منشاء اس رسالہ کے درخواست ہونی چاہئے یعنی اگر اپنی ایمانداری کا کچھ دعویٰ ہے تو مقابلہ کرنا چاہئے جیسا کہ آسمانی فیصلہ میں بھی شرط درج ہے ورنہ صاف اس بات کا اقرار کر کے کہ ہم حقیقی ایمان سے خالی ہیں یک طرفہ نشان کی درخواست کریں۔"

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 395)

آپؑ نے اس رسالہ میں یہ بھی لکھا کہ ہندوستان سے بہت کثرت سے لوگوں نے لکھا ہے کہ انہیں الہاماً بتایا گیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آکر فرمایا ہے کہ یہ یعنی حضورؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ حضورؑ نے یہ عندیہ بھی دیا ہے کہ ایک الگ سے رسالہ میں یہ تمام رؤیا والہامات شائع کئے جائیں گے۔

سچائی معلوم کرنے کے لئے ایک استخارہ

آپؑ نے لوگوں کو ایک استخارے کا طریق بتایا کہ آپ لوگ اپنے خدا سے میرے متعلق رہنمائی چاہیں۔ چنانچہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

"اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو **مواخذہ الٰہی** سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس

زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ **پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے** ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اول توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں **سورۃ یٰسین** اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ **سورۃ اخلاص** ہو اور پھر بعد اس کے **تین سو مرتبہ درود شریف** اور تین سو مرتبہ **استغفار** پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدّد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف۔ یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر **مقبول** ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم **ہلاک نہ ہو جائیں۔** ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت **تجھ کو ہی ہے۔** آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بُغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدائے تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلّی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بُغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو۔ ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے آئندہ تمہیں اختیار ہے۔"

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 400، 401)

بٹالوی صاحب کے فتوئ تکفیر میں خیانت اور بد دیانتی

اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب کے فتویٰ تکفیر کی کیفیت کے عنوان سے بٹالوی

صاحب کے فریب اور جعلسازی کا ذکر فرمایا ہے کہ کس طرح انہوں نے اس فتویٰ میں خیانت اور بد دیانتی سے کام لیا۔ چنانچہ آپؑ نے اس رسالہ میں لکھا:

"لیکن اگر کچھ افسوس ہے تو صرف یہ کہ بٹالوی صاحب کو اس فتوے کے طیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی اور وہ خیانت تین قسم کی ہے **اول** یہ کہ بعض لوگ جو مولویّت اور فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتے وہ صرف مکفرین کی تعداد بڑھانے کیلئے مفتی قرار دیئے گئے۔ **دوسرے** یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور علانیہ فسق وفجور بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے وہ بڑے عالم متشرع متصور ہو کر ان کی مہریں لگائی گئیں۔ **تیسرے** ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے مگر واقعی طور پر اس فتوے پر انہوں نے مہر نہیں لگائی بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر چالاکی اور افتراء سے خودبخود ان کا نام اس میں جڑ دیا۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کے بارے میں ہمارے پاس تحریری ثبوت ہیں۔" (نشان آسمانی، روحانی خزائن 4 صفحہ 402، 403)

اور بطور ایک ثبوت کے حافظ عظیم بخش صاحب کا خط بھی شائع فرمایا ہے۔

کتاب کے اختتام پر آپؑ نے اپنی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کو سلسلہ کی اعانت میں مالی قربانی کی تحریک فرمائی ہے۔ آپؑ نے اس عظیم الشان جہاد کے وقت کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا:

"اگرچہ پہلے ہی سے میرے مخلص احباب **للّٰہی خدمت** میں اس قدر مصروف ہیں کہ میں شکر ادا نہیں کر سکتا اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم ان کو ان تمام خدمات کا دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ اجر بخشے۔ لیکن اس وقت خاص طور پر توجہ دلانے کیلئے یہ امر پیش آیا ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالفت کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ بھی جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ مولوی اور فقیہ کہلاتے ہیں سخت مخالف ہوگئے ہیں یہاں تک کہ وہ عوام کو ہماری کتابوں کے خریدنے بلکہ پڑھنے سے منع کرتے اور روکتے ہیں۔ اس لئے ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں جو بظاہر ہیبت ناک معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ہماری جماعت سست نہ ہو جائے تو عنقریب یہ سب دقتیں دور ہو جائیں گی اس وقت ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کیلئے بدل وجان کوشش کریں اور اپنی زندگی کو اسی راہ میں **فدا کر دیں** اور وہ صدق قدم دکھلاویں جس سے خدائے تعالیٰ جو پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والا اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہے راضی ہو جائے۔ اسی بنا پر میں نے قصد کیا ہے کہ **اب قلم اٹھا کر** پھر اس کو اس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدائے تعالیٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل طور پر حجت پوری کر کے حقیقت عیسویہ کے حربہ سے حقیقت دجّالیہ کو پاش پاش نہ کرے۔"

(نشان آسمانی، روحانی خزائن 4 صفحہ 406)

اس ضمن میں حضورؑ نے کچھ رسائل اور کتب کے نام بھی درج فرمائے ہیں جو حضورؑ ان دنوں تحریر فرمارہے تھے یا لکھنے کا ارادہ تھا۔ جیسے دافع الوساوس، سراج منیر وغیرہ اوراشاعت اسلام کے لئے ہندوستان میں واعظین ومناظر مقرر کرنے کی تجویز کا بھی ذکر فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے اس رسالہ نشان آسمانی کی طباعت کے لئے اور اعانت سلسلہ کے لئے مخلصین جماعت کو چندہ دینے کی جو تحریک فرمائی تھی ان میں سے کچھ دوستوں کا ذکر اس کتاب کے آخر پر فرمایا جنہوں نے کمال اخلاص ووفا کا اظہار کیا تھا۔

چنانچہ اس ضمن میں سید تفضل حسین صاحب تحصیلدار علی گڑھ کا آپؑ نے ذکر فرمایا جنہوں نے پچاس جلدیں خریدنے کا وعدہ کیا۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے 200 جلدوں کی خریداری کا وعدہ کیا، جو اس سے پہلے پانچ سو روپے کی کتب خرید کر کے تقسیم کر چکے تھے۔ حضرت حکیم فضل دین بھیروی صاحبؓ نے 700 جلدوں کی پیش کش کی اور بیس روپے اس کے علاوہ بھیجے۔ اور ساتھ ہی مزید ایک سو روپے بھیجنے کا وعدہ کیا جو بعد ازاں بھیج بھی دیا۔ اور آخر پر حضرت مولوی حکیم نورِ دین صاحبؓ کا خط بھی درج فرمایا۔ یہ خط اور اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے جو فرمایا وہ ہم سب کے لئے قابل رشک و تقلید بھی ہے۔ وہ خط درج ذیل ہے:

"خلاصہ خط اخویم حضرت مولوی حکیم نورِ دین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ معالج ریاست جموں

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم مع التسلیم اما بعد ایک خاکسار بالکل نابکار اور خاکساری کے ساتھ نہایت ہی شرمسار بحضور حضرت مسیح الزمان عرض پرداز۔ اس خادم بااخلاص اور دلی مرید کا جو کچھ ہے بتمامہ آپ ہی کا ہے۔ زن و فرزند روپیہ آبرو و جان۔ میری یہی سعادت ہے کہ تمام خرچ میرا ہو پھر جس قدر حضور پسند فرماویں۔ برادرم فصیح بھی اس وقت موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر میرے مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ میں حضور رسالہ کو طبع فرماویں تو چہارم حصہ قیمت کا منافع رہے گا۔

اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

مولوی حکیم نور دین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب لِلہ اس عاجز کو دے چکے ہیں اور **جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس**

کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں۔ اگرچہ یہ طریق دنیا اور معاشرت کے اصولوں کے مخالف ہے مگر جو شخص خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاکر اور دین اسلام کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور باایں ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاء کلمہ اسلام کیلئے اپنے مال حلال اور طیّب کو اس راہ میں فدا کرتا ہے اس کا جو عند اللہ قدر ہے وہ ظاہر ہے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔(آل عمران:93)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

خدائے تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے آمین ثم آمین ؑ

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دین بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بودے

(نشان آسمانی، روحانی خزائن 4 صفحہ 410، 411)

(ترجمہ: کیا ہی اچھا ہوتا اگر امت میں سے ہر ایک نور دین ہوتا اور یہ بھی اچھا ہوتا اگر ہر دل نور یقین سے بھر جاتا)

آخری صفحات میں منشی احمد جان صاحبؓ کی ایک کتاب طب روحانی کے بارہ میں اشتہار و اعلان درج فرمایا ہے اور حضرت اقدسؑ کی دستیاب 27 کتب کا اعلان ہے۔

اور آخری صفحہ پر ہندوستان و پنجاب وغیرہ کے ان علماء و فضلاء و صوفیا کے اسمائے گرامی لکھے ہیں جو حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔



ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ایک پُرامن دنیا چھوڑیں

خلاصہ خطاب

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع نیشنل پیس سمپوزیم جماعت احمدیہ برطانیہ 2026ء

مورخہ 16/ مئی 2026ء بمقام ایوانِ مسرور اسلام آباد ٹلفورڈ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 16/ مئی 2026ء بروز ہفتہ جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام انیسویں نیشنل پیس سمپوزیم کا انعقاد ہوا جس میں 15/ ممالک سے 600/ مہمانان کرام شامل ہوئے۔ امسال دو سال کے بعد یہ تقریب پہلی مرتبہ اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوئی۔ امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بنفس نفیس اس تقریب کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشی اور شرکاء سے انگریزی زبان میں بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

پانچ بج کر 52/ منٹ پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ ایوانِ مسرور میں تشریف لائے جہاں پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ پروگرام کے ماڈریٹر کے فرائض فرید احمد صاحب سیکرٹری امور خارجیہ جماعت احمدیہ برطانیہ نے سرانجام دیے۔ مین ٹیبل پر حضورِ انور ایدہ اللہ کے دائیں جانب مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ جبکہ بائیں جانب Liberal Democrats پارٹی کے سربراہ Sir Edward Jonathan Davey تشریف رکھتے تھے۔

فرید احمد صاحب سیکرٹری امور خارجیہ جماعت احمدیہ برطانیہ نے کچھ انتظامی اعلانات کیے اور مہمانان کو خوش آمدید کہا جس کے بعد باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ خان فرید احمد صاحب نے سورۃ النساء کی آیات 135 اور 136 کی تلاوت کی جبکہ متلو آیات کا انگریزی ترجمہ مسرور عودہ صاحب نے پیش کیا۔

بعد ازاں مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے استقبالیہ تقریر کی۔

سٹیج سیکرٹری صاحب نے مین ٹیبل پر موجود معزز مہمانان کے نام پڑھ کر سنائے۔ نیز Greg Stafford ممبر آف پارلیمنٹ برائے بورڈن و فارنہم، برطانوی سیاسی پارٹی Liberal Democrats کے راہنما Sir Ed Davey اور Seema Malhotra ممبر آف پارلیمنٹ برائے Feltham اور Heston نے باری باری اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

احمدیہ مسلم انعام برائے فروغِ امن 2025ء



محترم امیر صاحب یوکے نے 2025ء کے احمدیہ مسلم انعام برائے فروغِ امن کے حق دار Gregoire Ahongbonon آف بینن کا مختصر تعارف پیش کیا۔

2025ء کے لیےبینن افریقہ کے Gregoire Ahongbonon احمدیہ امن انعام کے حقدار قرار پائے۔ انہیں یہ انعام مغربی افریقہ میں ذہنی امراض میں مبتلا افراد کی دیکھ بھال کے نظام میں انقلابی تبدیلیاں لانے کی کاوشوں کے اعتراف میں دیا گیا۔ موصوف کی کاوشوں کے حوالے سے ایک مختصر ویڈیو بھی دکھائی گئی جس کے بعد انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک سے انعام اور دس ہزار پاؤنڈ کا انعامی چیک وصول کیا۔ بعد ازاں موصوف منبر پر تشریف لائے اور فرنچ زبان میں مخاطب ہوئے جس کا رواں انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔ موصوف نے انعام وصول کرنے پر انتہائی شکر گزاری کا اظہار کیا اور مغربی افریقہ میں ذہنی مریضوں کی مشکلات کا تذکرہ کیا۔ آخر پر موصوف نے حضورِ انور اور جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔

چھ بج کر32/منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ منبر پر تشریف لائے اور انگریزی زبان میں بصیرت افروز خطاب ارشاد فرمایا۔

خلاصہ خطاب حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ

تعوّذ اور تسمیہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

معزز مہمانان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں دل کی گہرائیوں سے آپ سب مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ آج ہمارے ساتھ اس تقریب میں شرکت کر رہے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ گذشتہ دو دہائیوں سے پیس سمپوزیم کا انعقاد کر رہی ہے اور اب دنیا کے بگڑتے ہوئے حالات کے تناظر میں لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ ان سب کوششوں کا آخر عملی طور پر کیا فائدہ ہوا؟ یہ سوال پوچھا جانا بے شک درست ہے مگر ہمیں تو اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہم مسلسل بغیر تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے کوشش کرتے چلے جائیں۔



پس دنیا میں **مثبت تبدیلی اور انسانیت کی بقا کے لیے کی جانے والی کوششوں سے بڑھ کر اور کیا بہتر کاوش ہو سکتی ہے۔**

اگر ہم جنگ، فساد، بدامنی، نفرت اور ناانصافیوں کا تدارک نہ کریں گے تو ہم آہستہ آہستہ تہذیب و تمدن کو اپنی آنکھوں کے سامنے تباہ و برباد ہوتا دیکھیں گے۔ اس تباہی کے اثرات اتنے تباہ کُن ہوں گے کہ آنے والی کئی نسلیں اس سے متاثر ہوں گی۔ دوسری عالمی جنگ کی تباہی کی تفاصیل انتہائی دل دہلا دینے والی ہیں مگر یاد رہے کہ اُس وقت صرف امریکہ وہ واحد ملک تھا جس کے پاس جوہری ہتھیار تھے مگر آج کئی ایسے ممالک ہیں جو جوہری طاقت کے حامل ہیں۔ نیز آج کے جوہری ہتھیار اُس دور کے ہتھیاروں سے کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کُن ہیں۔

آج مَیں **بعض محققین اور مبصرین کے تجزیے آپ کے سامنے پیش کروں گا** جن سے اندازہ ہو گا کہ سامنے نظر آنے والی تباہی کتنی خطرناک اور ہولناک ہو سکتی ہے۔ ان تباہ کُن ہتھیاروں کا استعمال در حقیقت ہمارے اپنے ہی بچوں اور آنے والی نسلوں سے جنگ کے مترادف ہے۔

آئرلینڈ کے صدر مائیکل ہیگنس نے اس بات کی تنبیہ کی تھی کہ ہم ایسے دَور میں داخل ہو چکے ہیں کہ جو جنگ کی دھمکیوں کا دَور ہے، جس دَور میں سفارتی کوششوں اور افہام و تفہیم کی بجائے انتشار، کشیدگی اور خون ریزی کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔

سلوواکیہ کے وزیر اعظم نے برملا کہا ہے کہ آج ہر شخص اپنی گفتگو میں ہتھیاروں اور تباہ کُن جنگوں کا بلا خوف و خطر ذکر کرتا نظر آتا ہے جس کی وجہ سے بدامنی اور بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم تو یہ ہے کہ انسان دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یہ ایسا سنہرا اصول ہے کہ اگر دنیا اس اصول پر کاربند ہو جائے تو دنیا سچ مچ امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

جرمن چانسلر نے بھی ایران جنگ کے خلاف بیان دیا ہے، اور اس حوالے سے مَیں جس طرح جنگ مخالف ہر شخص کو سراہتا ہوں، یہاں جرمن چانسلر کی بھی تعریف کرتا ہوں مگر بیانات سے بڑھ کر عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ پالیسی اُمور میں اگر عملی اقدامات کا جائزہ لیا جائے تو وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

پوپ لیو نے ترکی میں تیسری عالمی جنگ کے آغاز کے متعلق بات کی اور کہا کہ تیسری عالمی جنگ اب آہستہ آہستہ لڑی جارہی ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ تیسری عالمی جنگ تو لڑی جارہی ہے مگر لوگ اس سے انکار کرنے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ جنگ کی ہولناکیوں سے بزعم خود بچ سکیں۔

پھر **سپین کے وزیر اعظم** نے کہا کہ آپ ایک غیر قانونی بات کا تدارک ایک اَور غیر قانونی بات سے نہیں کر سکتے۔ چھوٹی چھوٹی جنگوں اور جھڑپوں کے نتیجے میں بڑی بڑی تباہ کُن جنگیں شروع ہو جایا کرتی ہیں۔ ایسے میں بہت احتیاط اور دانش مندی کے مظاہرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایک فریق کی طرف سے ناانصافی ہو تو یہ نہیں ہونا چاہیے کہ دوسرا فریق بھی ناانصافی کی راہ لے۔ آج بڑی طاقتیں انصاف اور عالمی قانون کو پسِ پُشت ڈال چکی ہیں۔ ان کے نزدیک اُن کے مفادات ہی سب کچھ ہیں۔

حکومتوں کا کام تو یہ ہے کہ وہ عوام کی بہبود کے لیے اقدامات کریں۔ ایسے فیصلے کریں جن کے نتیجے میں لوگوں کی زندگیاں آسان ہوں مگر آج کل کے حکمران تو ہر وہ کام کرتے نظر آتے ہیں جس سے لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہوں۔ یہ حکمران جنگوں کی آڑ لے کر اپنی ناکامیوں کو چھپانے کی کوشش کررہے ہیں اور اس طرح دنیا کو ایک لامتناہی تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

ایک **نامور امریکی دانشور نے حال** ہی میں کہا ہے کہ مغرب میں بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص ہر مسئلے کا حل فوجی طاقت کو سمجھ لیا گیا ہے۔ سفارت کاری کو فروغ دینے کی بجائے جنگ کو مسئلوں کا حل تصوّر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ایران جنگ کا تعلق ہے تو یہ جنگ انتہائی تکلیف دہ حالات کا پیش خیمہ ہے۔ ناانصافی اور دوہرے معیار کا ہر ایک کو نقصان لازماً ہوگا۔

اسلام کہتا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جائے۔ اسلام بدلے کی آگ کو بجھانے کی تعلیم دیتا ہے۔ بدلے کو اگر روا رکھا گیا ہے تو وہ صرف اسی حد تک جتنا کہ ظلم کیا گیا ہو۔

دنیا میں رائج انصاف کے ادارے تو اب ناکام ہو چکے ہیں۔ لیگ آف نیشنز جس طرح ناکام ہوئی تھی اُسی طرح اقوامِ متحدہ بھی ایک ناکام ادارہ بن چکا ہے۔ پانچ ممالک کے لیے ویٹو کا حق رکھا جانا انصاف کا خون ہے۔

کینیڈا کے وزیر اعظم نے کہا ہے کہ آج طاقت ور کے لیے اَور قوانین ہیں اور کمزور کے لیے اَور قوانین ہیں۔

انسانی حقوق کا چارٹر بھی اب بس لفظی کارروائی رہ گیا ہے۔ اس کا کوئی احترام باقی نہیں۔

مغربی اقوام دوسرے چھوٹے ممالک پر استحصالی کارروائیاں کرتی ہیں اور اس کے لیے اب نیا جواز عورتوں کے حقوق کا تراشا گیا ہے کہ ہم نے عورتوں کو حقوق دلانے ہیں۔ جبکہ ان کا اصل چہرہ یہ ہے کہ ان ممالک کی جنگوں کے باعث ہزاروں عورتیں بے یار و مددگار کھلے آسمان کے نیچے، بے سر و سامانی کے عالَم میں موجود ہیں۔

یورپی پارلیمان کے ایک ہسپانوی رکن نے کہا ہے کہ شام، عراق، لبنان اور اب ایران، ان سب ممالک پر ہونے والی کارروائیوں کا نتیجہ اب ہمارے سامنے ہے اور ہم جانتے ہیں کہ طاقتور ظالم اقوام اس قسم کے بہانے تراشتی ہیں تاکہ اپنی ظالمانہ جنگوں کا جواز پیدا کر سکیں۔

بطور مسلمان ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ اور تنظیمیں اسلام کا نام لے کر ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ پھر میڈیا ان کی کارروائیوں کو ہوا دے کر پیش کرتا ہے اور اس طرح اسلام کے خلاف غلط باتوں کو پھیلایا جاتا ہے۔ اسلام ہو یا کوئی اَور مذہب اُس کو بہانہ بنا کر یہ اظہار کرنا کہ ظلم اور بربریت کی وجہ وہ مذہب ہے یہ ظلم ہے۔

ہم آہنگی اور انصاف کے لیے کوشش کیے جانا جماعت احمدیہ کا اہم ترین مقصد ہے جس کے لیے ہم مسلسل کوشش کرتے ہیں۔ اسی اہم مقصد کے حصول کے لیے ہم یہ کاوش بھی کرتے ہیں تاکہ تھوڑے ہی سہی، چند لوگوں تک تو ہمارا یہ حق اور انصاف کا پیغام پہنچے۔ یہی مقصد ہے جس کے لیے مَیں نے دنیا کے بڑے راہ نماؤں کو خطوط لکھے۔ **مَیں نے اسرائیلی وزیر اعظم کو بھی خط لکھا اور تورات کی تعلیمات انہیں پیش کیں۔ اسی طرح ایرانی صدر اور دیگر مسلمان سربراہان کو بھی خطوط لکھے۔** برطانوی وزیر اعظم، امریکی صدر اور چینی صدر تک بھی یہ پیغام پہنچایا کہ وہ یہ غور کریں کہ کس طرح دن بدن دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ اب تو انسانیت کی بقا کو خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ مگر افسوس! یہ سب ان باتوں کی طرف دھیان نہیں دے رہے۔ دنیا کے حالات واضح بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ سننا نہیں چاہتے۔ دنیا میں بڑھتی ہوئی جنگیں اسی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

اسلام نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا تم انصاف سے دُور ہٹ جاؤ۔ قرآن کریم نے بڑی واضح تعلیم دی ہے کہ استقامت اختیار کرو اور انصاف قائم کرو۔ اور دوسروں کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی سے کام لو۔ انصاف سے کام لینا تقویٰ کے قریب ہے۔

اسلام نے صرف حلیفوں کے حقوق قائم نہیں کیے بلکہ حریفوں کے بھی حقوق قائم فرمائے ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی ہے کہ اگر تمہیں حکمت اور دانائی کی بات کسی اور قوم سے ملے تو اسے لے لو کیونکہ وہ تمہاری ہی گم شدہ میراث ہے۔

دنیا کی اکثریت آج بھی امن کی خواہاں ہے لیکن اس کے لیے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ پوپ صاحب نے جیسے کہا ہے کہ تیسری عالمی جنگ مختلف حصوں میں تقریباً شروع ہو چکی ہے۔ مَیں ڈرتا ہوں کہ اس عالمی جنگ میں جو تباہی ہوگی وہ گذشتہ عالمی جنگوں کے مقابلے میں انتہائی تباہ کُن ہوگی۔

آج ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ایک پُرامن دنیا چھوڑیں اور اس کے لیے اپنی اپنی کوشش کریں۔ ورنہ بعد میں آنے والی نسلیں ہمیں قصوروار قرار دیں گی اور کہیں گی کہ تم نے کیسی تباہ شدہ دنیا ہمارے لیے چھوڑی ہے۔

پس یہ پیس سمپوزیم اسی مقصد کے لیے ایک کوشش ہے۔ خدا کرے کہ یہ امید کی پہلی کرن بن جائے اور دنیا اس دَور میں امن کی ضرورت کو سمجھے۔ اللہ کرے کہ جنگ کے بادل چھٹ جائیں اور امن کی صبح روشن ہو۔ آپ سب کا ایک مرتبہ پھر شکریہ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب سات بج کر 9/ منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سٹیج پر کھڑے کھڑے مین ٹیبل پر موجود مہمانان کرام کو شرف ملاقات بخشا اور ان سے مختصر گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں حضور انور پونے آٹھ بجے کے قریب ایوانِ مسرور سے تشریف لے گئے۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 مئی 2026 صفحہ 1 تا 4)



مستشرقین و دیگر کے اعتراضات اور ان کے جوابات

از افاضات امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ع۔س۔اختر

عَصۡمَاء اور یہودی اَبُو عَفَک کا قتل

مستشرقین کا بہانہ...... کہ دیکھو کتنے ظلم ہوئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ الزام...... کہ آپؐ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کرو۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے عصماء اور ابو عفک کے قتل کے فرضی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں جو بیان فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ

’’جنگ بدر کے حالات کے بعد واقدی اور بعض دوسرے مؤرخین نے دو ایسے واقعات درج کئے ہیں جن کا کتبِ حدیث اور صحیح تاریخی روایات میں نشان نہیں ملتا اور درایتاً بھی غور کیا جائے تو وہ درست ثابت نہیں ہوتے مگر چونکہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک ظاہری صورت اعتراض کی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بعض عیسائی مؤرخین نے حسب عادت نہایت ناگوار صورت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ فرضی واقعات یوں بیان کئے گئے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت عصماء نامی رہتی تھی...... جو اسلام کی سخت دشمن تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت زہر اگلتی رہتی تھی اور اپنے اشتعال انگیز اشعار میں لوگوں کو آپؐ کے خلاف بہت اکساتی تھی اور آپؐ کے قتل پر ابھارتی تھی۔ آخر ایک نابینا صحابی عُمیر بن عدیؓ نے اشتعال میں آکر رات کے وقت اس کے گھر میں جبکہ وہ سوئی ہوئی تھی اسے قتل کر دیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اس صحابی کو ملامت نہیں فرمائی بلکہ ایک گونہ اس کے فعل کی تعریف کی۔‘‘

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل کی تعریف کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں کی۔ یہ واقعہ ہے جو بیان کیا

جاتا ہے جس کا غلط ہونا پہلے میں ثابت کر چکا ہوں۔" دوسرا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بڑھا یہودی ابوعفکؓ نامی مدینہ میں رہتا تھا۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشتعال انگیز شعر کہتا تھا اور کفار کو آپؐ کے خلاف جنگ کرنے اور آپؐ کو قتل کر دینے کے لئے ابھارتا تھا۔ آخر ایک دن اسے بھی ایک صحابی سالم بن عُمیرؓ نے غصہ میں آکر رات کے وقت اس کے صحن میں قتل کر دیا۔" یہ بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "واقدی اور ابن ہشام نے بعض وہ اشتعال انگیز اشعار بھی نقل کئے ہیں جو عَصماء اور ابوعفکؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہے تھے۔ ان دو واقعات کو سر ولیم میور وغیرہ نے نہایت ناگوار صورت میں اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔" یہ جو مستشرقین ہیں انہوں نے ان کو لے کے بہانہ بنایا کہ دیکھو کتنے ظلم ہوئے۔ "مگر حقیقت یہ ہے کہ جرح اور تنقید کے سامنے یہ واقعات درست ثابت ہی نہیں ہوتے۔

پہلی دلیل جو ان کی صحت کے متعلق شبہ پیدا کرتی ہے یہ ہے کہ کتب احادیث میں ان واقعات کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ یعنی کسی حدیث میں قاتل یا مقتول کا نام لے کر اس قسم کا کوئی واقعہ بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ حدیث تو الگ رہی بعض مؤرخین نے بھی ان کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اگر اس قسم کے واقعات واقعی ہوئے ہوتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ کتب حدیث اور بعض کتب تاریخ ان کے ذکر سے خالی ہوتیں۔ اس جگہ یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ چونکہ ان واقعات سے بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے خلاف ایک گونہ اعتراض وارد ہوتا تھا اس لئے محدثین اور بعض مؤرخین نے ان کا ذِکر ترک کر دیا ہو گا، کیونکہ اوّل تو یہ واقعات ان حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جن میں وہ وقوع پذیر ہوئے قابل اعتراض نہیں ہیں۔" اگر دیکھا بھی جائے کہ اس طرح اشتعال کر رہا ہے، حکومت کے خلاف بھڑکا رہا ہے، تو اگر ہوئے بھی تو قابل اعتراض نہیں تھے۔

اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ جی مؤرخین نے اس لیے یا حدیث میں اس لیے ذکر نہیں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض آتا تھا۔ "**دوسرے** جو شخص حدیث و تاریخ کا معمولی مطالعہ بھی رکھتا ہے اس سے یہ بات مخفی نہیں ہو سکتی کہ مسلمان محدّثین اور مؤرخین نے کبھی کسی روایت کے ذکر کو محض اس بنا پر ترک نہیں کیا کہ اس سے اسلام اور بانی اسلام پر بظاہر اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مسلّمہ طریق تھا کہ جس بات کو بھی وہ ازروئے روایت صحیح پاتے تھے اسے نقل کرنے میں وہ اس کے مضمون کی وجہ سے قطعاً کوئی تامل نہیں کرتے تھے بلکہ ان میں سے بعض محدثین اور اکثر مؤرخین کا تو یہ طریق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے متعلق جو بات بھی انہیں پہنچتی تھی خواہ وہ روایت و درایت دونوں لحاظ سے کمزور اور ناقابلِ اعتماد ہو وہ اسے دیانتداری کے ساتھ اپنے ذخیرہ میں جگہ دے

دیتے تھے اور اس بات کا فیصلہ مجتہد علماء پر یا بعد میں آنے والے محققین پر چھوڑ دیتے تھے کہ وہ اصول روایت و درایت کے مطابق صحیح و سقیم کا خود فیصلہ کر لیں اور ایسا کرنے میں ان کی نیت یہ ہوتی تھی کہ کوئی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی طرف منسوب ہوتی ہے خواہ وہ درست نظر آئے یا غلط وہ جمع ہونے سے نہ رہ جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی ابتدائی کتابوں میں ہر قسم کے رطب و یابس کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ سب قابلِ قبول ہیں بلکہ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ان میں سے کمزور کو مضبوط سے جدا کر دیں۔

بہر حال اس بات میں ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں کہ کسی مسلمان محدث یا مؤرخ نے کبھی کسی روایت کو محض اس بنا پر ردّ نہیں کیا کہ وہ بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ کی شان کے خلاف ہے یا یہ کہ اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ چنانچہ کعب بن اشرف اور ابو رافع یہودی کے قتل کے واقعات جو عصماء اور ابو عفک کے مزعومہ واقعات سے بالکل ملتے جلتے ہیں ...حدیث و تاریخ کی تمام کتابوں میں پوری پوری صراحت اور تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور کسی مسلمان راوی یا محدث یا مؤرخ نے ان کے بیان کو ترک نہیں کیا۔ اندریں حالات عصماء اور ابو عفک یہودی کے قتل کا ذکر کسی حدیث میں نہ پایا جانا بلکہ ابتدائی مؤرخین میں سے بعض مؤرخین کا بھی اس کے متعلق خاموش ہونا اس بات کو قریباً قریباً یقینی طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ قصّے بناوٹی ہیں اور کسی طرح بعض روایتوں میں راہ پاکر تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں۔

پھر اگر ان قصّوں کی تفصیلات کا مطالعہ کیا جاوے تو ان کا بناوٹی ہونا اَور بھی یقینی ہو جاتا ہے۔ مثلاً عصماء کے قصہ میں ابنِ سعد وغیرہ کی روایت میں قاتل کا نام عُمیر بن عدی بیان کیا گیا ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں ابن دُرَیْد کی روایت میں قاتل کا نام عمیر بن عدی نہیں بلکہ غِشْمِیْر ہے۔ سُہَیلی ان دونوں ناموں کو غلط قرار دے کر یہ کہتا ہے کہ دراصل عصماء کو اس کے خاوند نے قتل کیا تھا جس کا نام روایتوں میں یزید بن زید بیان ہوا ہے۔ اور پھر بعض روایتوں میں یہ آتا ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں میں سے کوئی بھی عصماء کا قاتل نہیں تھا بلکہ اس کا قاتل ایک نامعلوم الاسم شخص تھا جو اسی کی قوم میں سے تھا۔ مقتولہ کا نام ابنِ سعد وغیرہ نے عصماء بنت مروان بیان کیا ہے، لیکن علامہ ابن عبد البرؒ کا یہ قول ہے کہ وہ عصماء بنت مروان نہیں تھی بلکہ دراصل عمیر نے اپنی بہن بنتِ عدی کو قتل کیا تھا۔ قتل کا وقت ابنِ سعد نے رات کا درمیانی حصہ لکھا ہے لیکن زرقانی کی روایت سے دن یا زیادہ سے زیادہ رات کا ابتدائی حصہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقتولہ اس وقت کھجوریں بیچ رہی تھی۔" یہ ساری تفصیل میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔

پھر "دوسرا واقعہ "جس کا اب ذکر ہو رہا ہے وہ "ابو عفک کے قتل کا ہے۔ اس میں ابنِ سعد اور واقدی وغیرہ نے قاتل کا نام سالم بن عمیر لکھا ہے لیکن بعض روایتوں میں اس کا نام سالم بن عمرو بیان ہوا ہے۔ اور ابنِ عُقبہ نے سالم بن

عبد اللہ بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابو عفک مقتول کے متعلق ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ یہودی تھا لیکن واقدی اسے یہودی نہیں لکھتا۔ پھر ابنِ سعد اور واقدی دونوں سے یہ پتہ لگتا ہے کہ سالم نے خود جوش میں آکر ابو عفك کو قتل کر دیا تھا، لیکن ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے قتل کیا گیا تھا۔ زمانہ قتل کے متعلق بھی ابن سعد اور واقدی اسے عصماء کے قتل کے بعد رکھتے ہیں لیکن ابنِ اسحاق اور ابو الرَّبیع اسے عصماء کے قتل سے پہلے بیان کرتے ہیں۔ یہ جملہ اختلافات اس بات کے متعلق قوی شبہ پیدا کرتے ہیں کہ یہ قصے جعلی اور بناوٹی ہیں یا اگر ان میں کوئی حقیقت ہے تو وہ ایسی مستور ہے ”چھپی ہوئی ہے“ کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا ہے اور کس نوعیت کی ہے۔

ایک اَور دلیل ان واقعات کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ ان دونوں قصّوں کا زمانہ وہ بیان کیا گیا ہے جس کے متعلق جملہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس وقت تک ابھی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کوئی جھگڑا یا تنازعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ تاریخ میں غزوہ بنی قینقاع کے متعلق یہ بات مسلّم طور پر بیان ہوئی ہے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان یہ پہلی لڑائی تھی جو وقوع میں آئی اور یہ کہ بنو قینقاع وہ پہلے یہودی تھے جنہوں نے اسلام کی عداوت میں عملی کارروائی کی۔ پس یہ کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان اس قسم کا کشت وخون ہو چکا تھا اور پھر اگر غزوہ بنو قینقاع سے قبل ایسے واقعات ہو چکے تھے تو یہ ناممکن تھا کہ اس غزوہ کے بواعث وغیرہ کے بیان میں ان واقعات کا ذکر نہ آتا۔“ جب غزوے کی وجوہات بیان کی گئیں تو ان واقعات کا ذکر نہ آتا۔ لکھا جانا چاہیے تھا کہ اس طرح ہمارے یہ دو قتل بھی ہوئے۔ ”کم از کم اتنا تو ضروری تھا کہ یہودی لوگ جو ان واقعات کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف ایک ظاہری رنگ اعتراض کا پیدا کر سکتے تھے کہ انہوں نے ان کے ساتھ عملی چھیڑ چھاڑ کرنے میں پہل کی ہے ان واقعات کے متعلق واویلا کرتے۔ اگر کسی تاریخ میں حتیٰ کہ خود ان مؤرخین کی کتب میں بھی جنہوں نے یہ قصے روایت کئے ہیں قطعاً یہ ذکر نہیں آتا کہ مدینہ کے یہود نے کبھی کوئی ایسا اعتراض کیا ہو اور اگر کسی شخص کو یہ خیال پیدا ہو کہ شاید انہوں نے اعتراض اٹھایا ہو مگر مسلمان مؤرخین نے اس کا ذکر نہ کیا ہو تو یہ ایک غلط اور بے بنیاد خیال ہو گا کیونکہ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کبھی کسی مسلمان محدث یا مؤرخ نے مخالفین کے کسی اعتراض پر پردہ نہیں ڈالا۔ چنانچہ مثلاً جب سریہ نخلہ والے قصہ میں مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کے خلاف اشہر حرم کی بے حرمتی کا الزام لگایا تو مسلمان مؤرخین نے کمال دیانت داری سے ان کے اس اعتراض کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔

پس اگر اس موقعہ پر بھی یہود کی طرف سے کوئی اعتراض ہوا ہوتا تو تاریخ اس کے ذکر سے خالی نہ ہوتی۔ الغرض جس جہت سے بھی دیکھا جاوے یہ قصّے صحیح ثابت نہیں ہوتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو کسی مخفی دشمن

اسلام نے کسی مسلمان کی طرف منسوب کر کے یہ قصے بیان کر دیئے تھے اور پھر وہ مسلمانوں کی روایتوں میں دخل پا گئے اور یا کسی کمزور مسلمان نے اپنے قبیلہ کی طرف یہ جھوٹا فخر منسوب کرنے کے لئے کہ اس سے تعلق رکھنے والے آدمیوں نے بعض موذی کافروں کو قتل کیا تھا یہ روایتیں تاریخ میں داخل کر دیں۔ واللہ اعلم۔

یہ تو وہ اصل حقیقت ہے جو ان واقعات کی معلوم ہوتی ہے، لیکن جیسا کہ "پہلے"... اشارہ کیا ہے اگر یہ واقعات درست بھی ہوں تو پھر بھی ان حالات کو دیکھتے ہوئے جن کے ماتحت وہ وقوع پذیر ہوئے وہ قابل اعتراض نہیں سمجھے جاسکتے۔ ان ایام میں جو نازک حالت مسلمانوں کی تھی اس کا ذکر... کیا جاچکا ہے۔ ان کا حال بعینہٖ اس شخص کی طرح ہورہا تھا جو ایک ایسی جگہ میں گھر جاوے جس کے چاروں طرف دُور دُور تک خطرناک آگ شعلہ زن ہو اور اس کے لیے کوئی راستہ باہر نکلنے کا نہ ہو اور پھر اس کے پاس بھی وہ لوگ کھڑے ہوں جو اس کے جانی دشمن ہیں۔ مسلمانوں کی ایسی نازک حالت میں اگر کوئی شریر اور فتنہ پرداز شخص ان کے آقا اور سردار کے خلاف اشتعال انگیز شعر کہہ کہہ کر لوگوں کو اس کے خلاف اکساتا اور اس کے قتل پر دشمنوں کو ابھارتا تھا، تو اس زمانہ کے حالات کے ماتحت اس کا علاج سوائے اس کے اَور کیا ہو سکتا تھا کہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جاتا اور پھر یہ قتل بھی مسلمانوں کی طرف سے انتہائی اشتعال کی حالت میں ہوا۔ جس حالت میں کہ معمولی قتل بھی قصاص کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ مسٹر مارگولیس جیسا شخص" یہ بھی orientalist ہے۔" جو عموماً ہر امر میں مخالفانہ پہلو لیتا ہے ان واقعات کی وجہ سے مسلمانوں کو قابلِ ملامت نہیں قرار دیتا۔ چنانچہ مسٹر مارگولیس لکھتے ہیں:

"چونکہ عصماء نے اپنے اشعار میں اگر وہ اس کی طرف صحیح طور پر منسوب کئے گئے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل پر ان کے دشمنوں کو عمداً ابھارا تھا۔ اس لیے اس کا قتل خواہ اسے دنیا کے کسی معیار کے مطابق ہی جج کیا جاوے ایک بے بنیاد اور ظالمانہ فعل نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اشتعال انگیزی کا وہ طریق جو ہجو کے اشعار کی صورت میں اختیار کیا گیا وہ عرب جیسے ملک میں دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ خطرناک نتائج پیدا کر سکتا تھا... اور یہ بات کہ صرف مجرموں کو ہی قتل کیا گیا عرب کے رائج الوقت دستور پر ایک بہت بڑی اصلاح تھی کیونکہ "صرف جو مجرم تھا اس کو قتل کیا گیا ہے باقی لوگوں کو قتل نہیں کیا۔ کیونکہ "عربوں میں اشتعال انگیز اشعار کی وجہ سے صرف افراد تک معاملہ محدود نہیں رہتا تھا بلکہ سالم کے سالم قبائل میں خطرناک جنگ کی آگ مشتعل ہو جایا کرتی تھی۔ اس کی جگہ اسلام میں یہ صحیح اصول قائم کیا گیا کہ جرم کی سزا صرف مجرم کو ہونی چاہئے نہ کہ اس کے عزیز و اقارب کو بھی۔"

مسٹر مارگولیس کو اگر ان قتلوں کے متعلق کوئی اعتراض ہے، تو اس طریق کی وجہ سے ہے جو اختیار کیا گیا یعنی یہ کہ کیوں نہ ان کے جرم کا باقاعدہ اعلان کر کے انہیں باضابطہ طور پر قتل کی سزا دی گئی۔ سو اس کا **پہلا جواب تو یہ ہے** کہ اگر ان واقعات کو درست بھی سمجھا جاوے تو وہ بعض مسلمانوں کے محض انفرادی فعل تھے جو ان سے سخت اشتعال کی حالت میں سرزد ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم نہیں دیا تھا جیسا کہ ابن سعد کے بیان سے یقینی

طور پر پایا جاتا ہے۔ **دوسرے** اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہی سمجھا جاوے تو پھر بھی یقیناً اس زمانہ کے حالات ایسے تھے کہ اگر عصماء اور ابوعفك کے قتل کے متعلق باقاعدہ طور پر ضابطہ کا طریق اختیار کیا جاتا اور مقتولین کے متعلقین کو پیش از وقت اطلاع ہو جاتی کہ ہمارے آدمی قتل کئے جائیں گے تو اس کے نتائج بہت خطرناک ہو سکتے تھے اور اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہ یہ واقعات مسلمانوں اور یہودیوں اور نیز مسلمانوں اور مشرکین مدینہ کے درمیان ایک وسیع جنگ کی آگ مشتعل کر دیتے۔" حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "تعجب ہے کہ مسٹر مارگولیس نے جہاں محض قتل کے فعل کو عرب کے مخصوص حالات کے ماتحت جائز قرار دیا ہے وہاں طریقہ قتل کے متعلق ان کی نظر اس زمانہ کے مخصوص حالات تک کیوں نہیں پہنچی۔ اگر وہ اس پہلو میں بھی اس وقت کے حالات کو مدِ نظر رکھتے تو غالباً انہیں یقین ہو جاتا کہ جو طریق اختیار کیا گیا" اگر یہ صحیح ہے کہ قتل کیا گیا تھا۔ "وہی اس وقت کے حالات اور امنِ عامہ کے مفاد کے لیے مناسب اور ضروری تھا" لیکن عملاً تو ہوا ہی نہیں۔

"... خلاصہ کلام یہ کہ اوّل تو عصماء اور ابوعفک یہودی کے قتل کے واقعات روایتاً اور درایتاً درست ثابت ہی نہیں ہوتے اور اگر بالفرض انہیں درست سمجھا بھی جاوے تو وہ اس زمانہ کے حالات کے ماتحت قابل اعتراض نہیں سمجھے جاسکتے اور پھر یہ کہ جو بھی صورت ہو یہ واقعاتِ قتل بہرحال بعض مسلمانوں کے انفرادی افعال تھے جو سخت اشتعال کی حالت میں ان سے سرزد ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حکم نہیں دیا تھا۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 446 تا 451)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ الزام ہی غلط ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کرو۔ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان مؤرخین نے جو لکھا، بعد میں چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کا صحیح طرح تجزیہ کیا جاتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ ہمیں اس نے زمانے کے امامؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر بات کو ہم دیکھ کر، پرکھ کر اور اس کی حقیقت کو سمجھ کر پھر بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کوئی بھی الزام اس قسم کا جو ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر آتا ہو اس کو ردّ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان علماء کو بھی عقل دے جو ان باتوں کو رائج کر کے صرف اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہنے کو تو ایک طرف وہ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں ان کے عمل ہی ہیں جنہوں نے ان میں شدت پسندی پیدا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 6 اکتوبر 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 27 اکتوبر 2023ء خطبات مسرور جلد 21 صفحہ 513 تا 519)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حریتِ ضمیر و حریتِ انسانی

ازافاضات حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ابوشاذب)

آنحضرت ﷺ کے مختلف احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"**آٹھواں احسان رسول کریم ﷺ کا یہ ہے کہ آپ نے حریت ضمیر کے اصل کو قائم کیا ہے۔** علمی ترقی کی جڑ حریت ضمیر ہے۔ شک پیدا ہو اور اس شک کے مطابق تحقیق کی جائے اور جو صحیح نتیجہ نکلے اس کے مطابق اپنے خیال اور اپنے عمل کو بدلا جائے یہی سب ترقیات کی کنجی ہے۔ جب رسول کریم ﷺ پیدا ہوئے ہیں اس وقت عرب خصوصاً اور دوسرے ممالک کے لوگ عموماً حریت ضمیر کی قدر نہ جانتے تھے۔ اُس وقت قرآن کریم نے اعلان کیا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ (البقرہ:257) دین کے بارہ میں کچھ جبر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہدایت اور گمراہی میں خدا تعالیٰ نے نمایاں فرق کر کے دکھا دیا ہے۔ پس جو سمجھنا چاہے وہ دلیل سے سمجھ سکتا ہے اس پر جبر نہیں ہونا چاہئے۔ ایک دفعہ عربوں نے خواہش کی کہ آپ سے سمجھوتہ کرلیں اور وہ اس طرح کہ ہم اللہ کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں اور تم بتوں کی پرستش شروع کردو۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرمایا کہ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ (الکافرون:7) جب میں بتوں کو جھوٹا سمجھتا ہوں تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں اپنے ضمیر کو قربان کر کے ان کی پرستش کروں اور تم واحد خدا کو نہیں مانتے تو تم اس کی پرستش کس طرح کر سکتے ہو۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور ہمارے لئے ہمارا۔"

(سیرت النبی ﷺ از حضرت مصلح موعودؓ جلد سوم صفحہ 83،84 اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ)

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 58 کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

"پانچویں بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ رسول کریم ﷺ سے پہلے سمجھا جاتا تھا جس قوم سے مذہبی اختلاف ہو اس پر حملہ کر کے اس کو تباہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کے خلاف حکم دیا چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ فرمایا: وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

اللہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا۔ (البقرہ: 191) تم جنگ کر سکتے ہو مگر انہی سے جو تم پر حملہ آور ہوں۔ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کبھی کسی پر حملہ نہ کرنا۔ **اسی طرح رسول کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو حریت ضمیر عطا کی کہ خواہ کسی کا کوئی مذہب ہو اس وجہ سے کسی کو حق نہیں کہ اسے مارے یا نقصان پہنچائے۔"**

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 146 ایڈیشن 2023ء)

سورۃ الحج کی آیات نمبر 40 تا 42 میں اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ مدافعانہ جنگ کی اجازت عطا فرمائی۔ اس ضمن میں مختلف امور کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

"اِس اعلانِ جنگ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جنگ ہم صرف ضمیر کی آزادی کیلئے نہیں کر رہے، صرف اس لئے نہیں کر رہے کہ مسلمان کلمہ پڑھ سکے، صرف اس لئے نہیں کر رہے کہ مسلمان نماز پڑھ سکے، صرف اس لئے نہیں کر رہے کہ مسلمان روزے رکھ سکے، صرف اس لئے نہیں کر رہے کہ مسلمان حج کر سکے، صرف اِس لئے نہیں کر رہے کہ مسلمان زکوٰۃ دے سکے بلکہ ہم اس لئے کر رہے ہیں کہ عیسائی، یہودی اور مجوسی سب کو ان کے مذہب کی آزادی حاصل ہو جائے کیونکہ **حُرّیتِ ضمیر سب کا حق ہے صرف مسلمانوں کا حق نہیں۔ کسی قوم کا حق نہیں کہ ضمیر کو وہ اپنے لئے مخصوص کر لے اور باقیوں کو حُرّیت دینے سے انکار کر دے۔"**

(سیر روحانی نمبر 7، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 282)

روزنامہ الفضل قادیان نے 8 نومبر 1931ء کو خاتم النبیینؐ نمبر نکالا۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک مضمون "**حریت انسانی کا قائم کرنے والا رسول**" کے عنوان سے شائع ہوا۔ وہ مضمون ہدیۂ ناظرین ہے۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں:

"غلامی کا سوال ایسا پیچیدہ سوال ہے کہ بہت ہی کم لوگوں نے اس کو سمجھا ہے اور بہت ہی کم لوگوں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی ہے بلکہ افسوس ہے کہ اکثر لوگوں نے اس سوال کی پیچیدگی کو بھی محسوس نہیں کیا اور بغیر غور اور فکر کے اس کے متعلق رائے قائم کرنی شروع کر دی ہے۔ غلامی نہ ہر زمانہ اور ہر ماحول میں بری قرار دی جاسکتی ہے اور نہ اسے کوئی شخص ایک جنبش قلم سے روک سکتا ہے۔ جو شخص بھی نیچر کا یا ماضی کے ایک لمبے سلسلے کے پیدا کئے ہوئے ماحول کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے بغیر اس کے کہ اصولی طور پر اس کی تمام جزئیات کا علاج کرے وہ یقیناً اپنے ہاتھ سے اپنی ناکامی کی بنیاد رکھتا ہے۔ اور عارضی طور پر اگر وہ دنیا کی نگاہوں میں مقبول بھی ہو جائے تو ہو جائے لیکن ضرور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس کا حسن بدصورتی اور اس کی کامیابی ناکامی نظر آنے لگے گی۔

انسانی تمدن کے مدارج کا ایک درجہ:

اگر ہم غلامی کے سوال پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اس بات کو نظر انداز کر دیں کہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے اور ناموں پر فدا ہونے والے لوگ جو حقیقت پر غور کرنے کے عادی نہیں ہم پر کیا فتویٰ لگائیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ غلامی در حقیقت انسانی تمدن کے وسیع سلسلے میں سے ایک درجہ ہے اور اسے کلی طور پر دنیا سے مٹایا نہیں جاسکتا۔

غلامی کا مفہوم:

غلامی کا کیا مفہوم ہے؟ یہی کہ ایک شخص دوسرے کی مرضی کے پورے طور پر تابع ہو جاتا ہے یا تابع کر دیا جاتا ہے۔ اب اگر ایک شخص کا دوسرے کی مرضی کے تابع ہو جانا ایک برا فعل ہے تو جس طرح کلی طور پر تابع ہونا برا فعل ہے اسی طرح جزئی طور پر تابع ہونا بھی برا فعل ہو گا۔

جزئی غلامی:

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا سب کارخانہ اس جزئی غلامی پر قائم ہے۔ بچہ جس وقت سکول میں جاتا ہے سکول کے نظام کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس نظام کے قائم کرنے میں اس سے کوئی رائے نہیں لی جاتی، اس کے اوقات کے متعلق اس سے کوئی رائے نہیں لی جاتی، اس کے استادوں کے انتخاب میں اس سے کوئی رائے نہیں لی جاتی، اگر وہ اس نظام کو توڑتا ہے تو اسے بدنی سزا تک بھیدی جاتی ہے۔ اب اس بچہ میں اور ایک غلام میں کیا فرق ہے؟ یہی نا کہ غلام چوبیس گھنٹے کا غلام ہوتا ہے اور یہ صرف پانچ چھ گھنٹے کے لئے غلام بنتا ہے۔ اور یا یہ فرق ہے کہ غلام کی خدمات کا نفع دوسرا شخص اٹھاتا ہے اور اس طالب علم کی خدمت کا نفع خود اسی کو پہنچتا ہے۔ مگر جبر اور نظام کی اندھا دھند پابندی جو غلامی کے مفہوم کا جزو اعلیٰ ہے وہ یہاں بھی موجود ہے۔

غلامی کی تمام صورتیں بری نہیں:

پس ہم اس نظارہ کو دیکھ کر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ سارے وقت کی غلامی اور وہ غلامی جو دوسرے کے فائدہ کیلئے ہو بری ہے لیکن وہ غلامی جو عارضی ہو اور اس کا فائدہ خود ہم کو پہنچتا ہو وہ بری نہیں۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ غلامی اپنی ذات میں تمام صورتوں میں بری ہے۔

بچہ کی غلامی

لیکن طالب علم سے بھی بڑھ کر ہم کو ایک اور غلامی معلوم ہوتی ہے اور وہ وہ غلامی ہے جو بچوں سے ماں باپ

کراتے ہیں۔ ہر بچہ اپنی جوانی کے زمانہ تک کلی طور پر اپنے ماں باپ کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔ اگر کماتا ہے تو اس کے مالک اس کے ماں باپ ہوں گے، اگر وہ گھر کے کام کاج میں مدد دیتا ہے تو اس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاتی، گھر کے نظام میں اس کی کوئی آواز نہیں ہوتی، کھانے پینے، پہنے کے متعلق وہ اپنے ماں باپ کا تابع ہوتا ہے، اس کی آئندہ زندگی کی داغ بیل ڈالنے کے لئے اس سے کوئی رائے نہیں پوچھی جاتی، اس کے ماں باپ ہی اس کے لئے ایک پروگرام بناتے ہیں اور اس پر اسے چلاتے ہیں۔ **غرض کیا اطاعت کے لحاظ سے، کیا حریت ضمیر کے لحاظ سے، کیا ملکیت کے لحاظ سے اور کیا آزادی اعمال کے لحاظ سے، ہر انسان دس بارہ سال کی عمر تک کلی طور پر اپنے ماں باپ کے ماتحت ہوتا ہے اور اس میں اور ایک غلام میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔**

کون سی غلامی بری ہوتی ہے

اگر کوئی شخص کہے کہ بچہ کو ماں باپ نہایت پیار اور محبت سے رکھتے ہیں، جو خود کھاتے ہیں اس کو کھلاتے ہیں، جو خود پہنتے ہیں اس کو پہناتے ہیں۔ پھر بچہ کا بچپن کا زمانہ سمجھ کا زمانہ نہیں ہوتا اگر اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو اس کے لئے اور دنیا کے لئے نقصان کا موجب ہوگا۔ اس کے ماں باپ اسے جن باتوں کے لئے مجبور کرتے ہیں وہ خود اسکے فائدہ کے لئے ہوتی ہیں۔ تو میں کہوں گا کہ معلوم ہوا غلامی اُسی وقت بری ہوتی ہے جب اپنے میں اور غلام میں کوئی فرق کیا جائے اور جب غلام کے فائدہ کا پروگرام مد نظر نہ رکھا جائے، جب غلام کی عقل پختہ اور فہم صحیح ہو مگر باوجود اس کے اس کو مجبور کیا جائے ورنہ بچے اور ماں باپ کے تعلقات کو دیکھتے ہوئے بغیر قید کے غلامی کو برا نہیں کہا جا سکتا۔

ملازموں کی غلامی

تیسری قسم کی غلامی کی مثال ملازمتوں میں ملتی ہے۔ ملازمتوں میں بھی انسان بعض دفعہ یا بعض اعمال میں کلی طور دوسرے کے ماتحت ہوتا ہے یا بعض اوقات میں کلی طور پر دوسرے کے تابع ہوتا ہے مگر اس کا نام کوئی غلامی نہیں رکھتا حالانکہ ملازمت اور غلامی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شاید یہ کہا جائے کہ ملازم اپنی مرضی سے دوسرے کی ملازمت اختیار کرتا ہے اس لئے وہ غلام نہیں ہوتا اور غلام پر جبراً قبضہ کیا جاتا ہے اس لئے ہم اس کو ملازم سے الگ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ امتیاز صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس امتیاز کے ماتحت یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اپنی مرضی سے فروخت کر دے تو ایسے شخص کا غلام بنانا جائز ہے لیکن اگر یہ بھی ناجائز ہے تو ماننا پڑے گا کہ مرضی کی غلامیاں بھی غلامیاں ہی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ غلام اور ملازم میں یہ فرق ہے کہ نوکر اپنی مرضی سے ملازمت چھوڑ سکتا ہے لیکن غلام ایسا نہیں کر سکتا۔ تو پھر ہمیں یوں کہنا پڑے گا کہ وہ غلامی بری ہے جس کا طوق اپنی مرضی سے

اتارا نہ جاسکے لیکن وہ غلامی حقیقی نہیں ہے جس کا طوق ہم اپنی مرضی سے اپنی گردن سے اتار سکیں۔

غلامی تمدن انسانی کا جُزو لاینفک ہے

بہر حال اوپر کی مثالوں سے یہ ضرور ثابت ہو گا کہ غلامی تمدن انسانی کا ایک جزو لاینفک ہے اور یہ کہ غلامی کا مفہوم اس وقت تک دنیا میں نہایت مبہم رہا ہے۔ اگر ہم اس کی تشریح کریں تو ہمیں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی۔ یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ دنیا میں غلامی موجود ہے اور موجود رہے گی اور اس کے بغیر دنیا کا گزارہ چل نہیں سکتا اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ غلامی بھی دنیا کی اور چیزوں کی طرح بعض حالات میں اچھی ہوتی ہے اور بعض حالات میں بری۔ بعض شرطوں کے ساتھ جائز اور ان شرطوں کے بغیر ناجائز۔ ہم بغیر قیود کے نہ اس کی مذمت کر سکتے ہیں اور نہ اس کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔

دنیا میں غلامی کی بنیاد کس طرح پڑی:

اس تمہید کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ غلامی کی بنیاد دنیا میں کس طرح پڑی۔ انسانی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی پیدائش کی ابتدا میں جبکہ انسانی دماغ زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھا اور جبکہ اخلاق کی باریکیوں سے بھی انسان واقف نہ ہوا تھا اور ان کی عادت اس میں نہ پڑی تھی۔ اُس وقت جبکہ ایک انسان دوسرے انسان کو اپنے رستہ میں روک پاتا تھا تو اس روک کے دور کرنے کا وہ صرف ایک علاج سمجھتا تھا۔ وہ علاج یہ تھا کہ اپنے مد مقابل کو قتل کر ڈالے۔ کیونکہ اُس دور میں ابھی انسان میں یہ سمجھنے کی قابلیت نہ تھی کہ جب ایک دوسرا شخص مجھے اپنے رستہ سے ہٹانا چاہتا ہے تو بغیر اس کے کہ میں اس شخص کو اپنے رستہ سے ہٹا دوں میری حفاظت کا اور کونسا رستہ ہو سکتا ہے۔ پس اُس زمانہ میں قتل ایک علاج تھا جو خود حفاظتی کا ایک انتہائی کامل ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اُس زمانہ میں وہ قتل جو لڑائی کے نتیجہ میں ہو کسی صورت میں بھی معیوب نہ تھا کیونکہ جو شخص اپنے دشمن کو قتل نہ کرتا وہ یقیناً خود قتل کیا جاتا سوائے اس صورت کے کہ باہمی صلح ممکن ہو۔ پس اُس زمانہ میں نیک اور بد اقوام جب کسی دوسری قوم سے جنگ کرنے پر مجبور ہوتی تھیں تو جب صلح کا امکان نہ ہوتا تھا تو نہ صرف جنگ میں اپنے دشمنوں کو مارتی تھیں بلکہ جنگ کے بعد بھی جو دشمن ہاتھ آ سکتے ان کو قتل کر دیتی تھیں۔ اُس وقت کے حالات کے ماتحت یہ باتیں بری نہ تھیں بلکہ خود حفاظتی کے قانون کے ماتحت نہایت ضروری تھیں۔ اور اُس وقت کے معیار اخلاق کے ماتحت صرف وہی اقوام ظالم کہلاتی تھیں جو عورتوں اور بچوں کو بھی مار ڈالتی تھیں۔ اس کے بعد ایک نیا دور چلا اور اخلاق کا معیار بلند ہو گیا۔ اب یہ فرق کیا جانے لگا کہ صرف وہی شخص مارے جانے چاہئیں جو فتنوں کے بانی ہوں۔ باقی لوگوں کو اگر ایسی صورت میں زندہ رکھا جا سکے کہ

وہ ہماری تباہی کا موجب نہ ہوں تو انہیں زندہ رہنے کا موقع دینا چاہیئے۔ چونکہ ابھی دنیا کا تمدن کامل نہیں ہوا تھا اور نظام حکومت ایسا پیچیدہ نہ تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہے اُس زمانہ میں یہ انتظام کیا گیا کہ جس قوم سے جنگ ہو اس کے افراد کو قید کر لیا جائے اور چونکہ نہ حکومت قیدیوں کا خرچ برداشت کر سکتی ہے اور نہ ان کے لئے قید خانے مہیا کر سکتی ہے اس لئے انہیں ملک کے مختلف افراد کے قبضہ میں دے دیا جائے کہ وہ ان کی نگرانی رکھیں اور اس خرچ کے بدلہ میں جو انہیں ان قیدیوں پر کرنا پڑے ان سے کام لیا جائے۔ چونکہ اُس وقت کا نقطہ نگاہ یہی تھا کہ ہمارا ہر دشمن در حقیقت ہمارا آئندہ قاتل ہے اس لئے جب کوئی اس قسم کا قیدی بھاگتا تھا تو اس کے معنی یہی لئے جاتے تھے کہ یہ اپنے علاقہ میں جا کر پھر ہمارے خلاف لڑائی کا جوش پیدا کرے گا اور ہمیں قتل کرنے کی کوشش کرے گا اس لئے اُس زمانہ کے نقطہ نگاہ سے ہر قیدی جو بھاگتا تھا اسے قتل کیا جاتا تھا۔ اور اگر ہم اُس وقت کے نقطہ نگاہ سے اس سوال پر نظر ڈالیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ گو آج یہ فعل ظالمانہ نظر آئے مگر اُس وقت کے حالات کے ماتحت سوسائٹی کی حفاظت کے لئے یہ ایک ضروری فعل تھا۔

صنعت و حرفت کی داغ بیل کس طرح رکھی گئی:

دنیا نے اس کے اوپر پھر ترقی کی اور غلاموں کے وجود کو تمدن کا ایک جزو بنا لیا۔ یعنی وہ پیشے جن میں مشاقی صبر، استقلال اور لمبی محنت کے نتیجے میں پیدا ہوتی تھی ان قیدیوں یعنی غلاموں کے سپرد کئے گئے اور اس طرح صنعت و حرفت جو اس وقت تمدن و ترقی کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں کی داغ بیل رکھی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم الایام سے صنعت و حرفت ذلیل پیشے خیال کئے جاتے ہیں اور اہل صنعت و حرفت دوسری قوموں کی نسبت ادنیٰ خیال کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ جو کام کلی طور پر غلاموں کے سپرد ہوں گے وہ لازماً غلاموں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے حقیر خیال کئے جائیں گے۔ اس زمانہ میں صنعت و حرفت سے تعلق رکھنا گویا اپنے غلام ہونے کا ثبوت دینا تھا۔ جب غلامی کا دور کم ہوا اور صنعت و حرفت کو آزاد لوگوں نے بھی اختیار کر لیا تو بوجہ اس کے کہ اکثر پیشہ ور جو گو خود غلام نہ تھے مگر غلاموں کی اولاد تھے حقیر خیال کئے جاتے تھے اور ان کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی جو ان کی طرح پیشہ اختیار کرتے تھے ذلیل سمجھے جاتے تھے۔

غلامی کی بنیاد ظلم پر نہیں بلکہ رحم پر رکھی گئی ہے:

مذکورہ بالا تاریخی واقعات سے یہ معلوم ہو گا کہ غلامی کی بنیاد ظلم پر نہیں بلکہ رحم پر رکھی گئی ہے اور اس کے قیام کا اصل محرک جنگ میں شامل ہونے والے لوگوں کو قتل ہونے سے بچانے کا خیال تھا۔ جس وقت تک لوگوں کی یاد میں پہلا نقطہ نگاہ تازہ رہا اُس وقت تک تو لوگ اس تحریک کو نیک اور شاہراہ ترقی کی طرف ایک صحیح قدم سمجھتے

رہے۔ جب ایک لمبے عرصہ کے بعد پہلا نقطہ نگاہ بھول گیا تو پھر یہی فعل ایک سزا سمجھا جانے لگا۔ خصوصاً جبکہ انسانی دماغ ترقی کر رہا تھا اور اخلاق کی مزید باریکیاں معلوم ہونے کے سبب سے ایک حصہ انسانوں کا اس بات کی طرف مائل تھا کہ اپنے دشمن کے ضرر سے بچنے کے لئے اور ذرائع بھی اختیار کئے جاسکتے ہیں، پس ہمیں ان کی تلاش کرنی چاہئے۔

غلامی کی ناجائز صورتیں:

غلامی کی ان صورتوں کے علاوہ جو کہ اپنے اپنے وقت میں جائز تھیں بعض ناجائز صورتیں بھی پیدا ہو گئیں مثلاً یہ کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ لوگوں کو غلاموں سے کام لینے کی عادت ہو گئی ہے اور وہ ان کے لئے بڑی بڑی رقمیں ادا کرتے ہیں تو انہوں نے آزاد لوگوں کو یا ان کے بچوں کو پکڑ پکڑ کر بیچنا شروع کیا اور ایک ملک سے پکڑ کر دوسرے ملک میں لے جا کر بیچ دیتے تھے اور اس طرح لاکھوں روپیہ کماتے تھے۔ یہ صورت انسانی تمدن کے مختلف دوروں میں کبھی بھی معقول نہیں سمجھی گئی اور ہمیشہ اسے ناپسندیدہ اور نامناسب ہی قرار دیا گیا۔ چونکہ غلامی کی ابتدا اس خیال پر تھی کہ انسان کو غلام اس کے فائدہ کے لئے بنایا جاتا ہے یعنی اس کو قتل سے بچانے کے لئے اس لئے اس نقطہ نگاہ کے ماتحت دنیا میں ایک اور طریق غلامی کا بھی ایجاد ہو گیا کہ بعض لوگ خود اپنے آپ کو یا اپنے بچوں کو بیچ ڈالتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ایک مالدار آدمی کے پاس فروخت ہو جانے پر ان کی یا ان کے بچوں کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اُس زمانہ کے نقطہ نگاہ کے ماتحت یہ بات بھی کوئی معیوب نہ تھی کیونکہ عمر بھر بھوکے رہنے، بیماریوں میں مبتلا رہنے اور اپنے بیوی بچوں کو بھوکا تڑپتے دیکھنے سے یہ بات اُس وقت کے تمدن کے لحاظ سے بہتر معلوم ہوتی تھی کہ کوئی شخص اپنی ساری عمر کی خدمت کا اقرار ب شخص سے کر لے اور اس کے بدلہ میں کوئی دوسرا شخص اس کی رہائش اور اس کے کھانے پینے کا ذمہ وار ہو۔

میری یہ تمہید اور غلامی کی تاریخ پر غور کرنے سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ انسانی سوسائٹی پر بعض دور ایسے آتے ہیں جبکہ غلامی ضروری ہو جاتی ہے اور یہ کہ غلامی کے اصل نقائص یہ ہیں:۔

(1) کہ انسان کی آزادی بالکل مسلوب ہو جائے۔

(2) اس کی قید اس کے فائدہ کے لئے نہ ہو۔

(3) جبکہ انسان کو اس وقت مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی برائی اور بھلائی پہچان سکتا ہو۔

(4) جبکہ آزادی کا حصول اس کے اختیار میں نہ ہو۔

(5) جبکہ غلام اور آقا کے تعلقات کی بنیاد حسن سلوک پر نہ ہو۔

غلامی کس طرح مٹ سکتی ہے:

اگر کوئی ایسا قانون ہو جو ان سب باتوں کا لحاظ کرے تو وہی قانون صحیح طور پر غلامی کو دنیا سے مٹا سکے گا۔ کیونکہ جب تک غلامی کی ضرورتوں کو جو بعض دفعہ ایک آزاد انسان کو بھی غلام بننے پر مجبور کر دیتی ہیں دور نہ کیا جائے اُس وقت تک غلامی کلی طور پر دنیا سے نہیں مٹ سکتی۔ اور جب تک ایسے لوگوں کو جو اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکیں اور دنیا کے تمدن کے تختے کو الٹنے کی کوشش میں ہوں ان کو خطرناک جرائم کی سزا میں بعض قیود اور حد بندیوں کے نیچے نہ لایا جائے اُس وقت تک نہ غلامی مٹ سکتی ہے نہ دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

غلامی کو مٹانے کے لئے اصول رسول کریم ﷺ نے بیان کئے:

افسوس کہ ان امور کو مد نظر رکھے بغیر دنیا نے غلامی کو مٹانا چاہا ہے اور بغیر مغز کے ایک قشر تیار کر کے اس پر خوش ہو رہی ہے حالانکہ غلامی اب بھی موجود ہے اور موجود رہے گی۔ اس کی بعض صورتیں مٹائی نہیں جا سکتیں اور مٹائی نہیں جا سکیں گی کیونکہ وہ اچھی صورتیں ہیں بری نہیں۔ اور بعض صورتیں ظاہراً مٹادی گئی ہیں حقیقتاً موجود ہیں اور اُس وقت تک موجود رہیں گی جب تک کہ سوسائٹی کے تمدن کی بنیاد ان اصول پر نہ رکھی جائے گی جن سے غلامی کی روح مٹ سکتی ہے اور وہ اصول صرف اور صرف اسلام نے بیان کئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ علیہ نے ان کی بنیاد رکھی ہے۔

سر ولیم میور کا اعتراض:

باوجود اس کے سر ولیم میور جیسے ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ معمولی اہمیت والے معاملات کو نظر انداز کر کے اسلام سے تین بہت بڑے عیب پیدا ہوئے ہیں جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں رائج رہے ہیں اور اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ قرآن پر مسلمانوں کے ایمان کی بنیاد ہے۔ اول کثرت ازدواج، طلاق اور غلامی کے مسائل۔ یہ پبلک کے اخلاق کی جڑ پر تبر رکھتے ہیں اور اہلی زندگی کو زہر آلود بناتے ہیں اور سوسائٹی کے نظام کو تہ و بالا کرتے ہیں۔

(The Coran by William Muir Page57,58,61 Published in London 1878)

مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ہی ان تینوں عیوب کے دور کرنے کا طریق بتایا ہے۔ اس طریق کو نظر انداز کر دو تو یقیناً ایک عیب کی اصلاح کرتے ہوئے دوسرا عیب پیدا ہو جائے گا اور اس کی اصلاح کرتے ہوئے پھر تیسرا پھر چوتھا۔ اور ایک گڑھے سے بچنے کی کوشش میں انسان دوسرے گڑھے میں گرے گا جو پہلے سے بھی زیادہ گہرا ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر اس طریق کی طرف لوٹے گا جسے محمد رسول اللہ علیہ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے قائم کیا۔

غلامی کے متعلق اسلام کی کامل تعلیم:

میں وہ اصول بیان کر چکا ہوں جن کی بنا پر انسانی آزادی پر قید لگانی پڑی ہے اور وہ اصول بھی بیان کر چکا ہوں جن کی بنا پر انسانی آزادی پر قید لگانا ضروری ہے۔ اور میں یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ غلامی کی حقیقی تعریف یہی ہے کہ انسان کی آزادی کو سلب کر کے اس کو بعض قیود کا پابند کر دیا جائے۔ اگر ان تینوں امور کے متعلق میری رائے صحیح ہے اور جہاں تک میرا مطالعہ اور میرا علم جاتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ غلامی کے متعلق اصولی طور پر غور کرنے والے تمام لوگ ان تینوں باتوں میں مجھ سے متفق ہیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے غلامی کے متعلق جو تعلیم دی ہے اس کے کامل اور اکمل ہونے کے متعلق کسی شخص کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

غلامی کو اسلام نے کس طرح مٹایا

پہلے میں غلامی کی ان اقسام کو لیتا ہوں جو غلامی کے مشہور طریق سے جدا ہیں۔ پہلا طریق یہ ہے کہ کسی آزاد کو زبر دستی پکڑ کر بیچ ڈالا جائے۔ اس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ آزاد کو فروخت کرنے والا واجب القتل ہے۔ چنانچہ نجد کے کچھ عیسائیوں نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ ہمیں بعض ہماری ہمسایہ قوموں نے بغیر کسی جنگ کے قید کر کے غلام بنایا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ جرم اسلام سے پہلے کا نہ ہوتا تو میں اسلامی احکام کے مطابق ان آزادوں کے قید کرنے والوں کو قتل کی سزا دیتا۔ جو شخص اس قسم کی غلامی کے نتائج پر غور کرے وہ اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہے گا کہ اس رنگ میں انسان کو قید کر کے اس کے بیوی بچوں اور وطن سے جدا کر دینا ایک نہایت ہی قبیح فعل ہے۔ اور اس کی سزا یقیناً قتل ہی ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایسا شخص ہزاروں جانوں کو قتل کرتا ہے۔

دوسرا طریق:

دوسرے ایک ناجائز طریق دنیا میں غلامی کا یہ تھا کہ غلام بنانے کے لئے اپنی ہمسایہ قوم پر حملہ کر دیتے یا مال و دولت لوٹنے کے لئے حملے کرتے تھے اور ساتھ ہی آدمیوں کو غلام بنا لیتے تھے۔ اسلام نے اس کو بھی رد کیا اور یہ قاعدہ بنا دیا کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر اس وقت تک حملہ کرنے کا حق نہیں جب تک کہ وہ یہ ثابت نہ کر دے کہ اس کے بعض حقوق اس قوم نے تلف کر دیئے ہیں اور جب تک کہ ہمسایہ قوموں کو اس بات کا موقع نہ دے دیا جائے کہ وہ دونوں فریق میں اصلاح کی کوشش کریں لیکن ایسی جنگ کے بعد بھی غلام بنانے کی اجازت نہیں۔ صرف اس بات کی اجازت ہے کہ جس حق پر لڑائی تھی وہ اس کو دلا دیا جائے یا جو اخراجات وغیرہ اس پر ہوئے ہیں وہ اس

کو کلی طور پر یا ان کا کچھ حصہ دلا دیا جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰى تَفِیۡٓءَ اِلٰۤى اَمۡرِ اللّٰہِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ۔ (الحجرات: 103)اور اگر مومنوں سے دو قومیں آپس میں لڑنے پر آمادہ ہوں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر اس صلح کے بعد بھی ایک دوسری کے خلاف زیادتی سے کام لے تو جو قوم زیادتی کرتی ہے اس کے خلاف سب قوموں کو مل کر جنگ کرنی چاہئے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو دوبارہ ان میں عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے دنیوی جھگڑوں میں یونہی حملہ کر دینے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ سب سے پہلے دوسری اقوام کو بیچ میں ڈال کر صلح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کوئی قوم دوسری قوم کا حق دینے کے لئے تیار نہ ہو تو پھر سب قوموں کو اس کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اور لڑائی کا انجام پھر صلح پر رکھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ غلامی یا دوسرے کے حقوق کے تلف کرنے کی صورت بالکل ناممکن ہو جائے گی۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اس جگہ مومنوں کے متعلق احکام ہیں۔ مومنوں کا لفظ صرف اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ مومن ہی قرآن کریم کے احکام کو مانیں گے ورنہ اصولی طور پر دنیا کی سب قومیں ان احکام پر عمل کر سکتی ہیں اور ان سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

تیسرا طریق:

تیسری صورت جو غلامی کے عام مشہور قاعدہ کے علاوہ دنیا میں رائج ہو گئی تھی یہ تھی کہ لوگ اپنے آپ کو یا اپنے بیوی بچوں کو بیچ ڈالا کرتے تھے۔ اسلام نے اس طریق کو بھی بالکل روک دیا ہے اور ایک عام حکم دے دیا ہے کہ کسی آزاد کو غلام نہیں بنایا جا سکتا خواہ اس کی مرضی سے یا بغیر مرضی کے۔ لیکن میں بتا چکا ہوں کہ بعض حالات میں آزادی سے غلامی بہتر ہوتی ہے۔ ایک آزاد شخص جو بیمار ہے یا جسے کوئی ملازمت کا کام نہیں مل سکتا یا اور کوئی اسی قسم کی بات پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ روزی نہیں کما سکتا، وہ آزاد رہتے ہوئے جو تکلیف اٹھائے گا بعض حالات میں غلامی میں اس سے کم تکلیف پہنچے گی۔ اسی طرح جو تکلیف اس کے بچے اس کے پاس اٹھائیں گے بالکل ممکن ہے کہ بعض حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ غلامی میں اس سے کم تکلیف اسے پہنچے۔ پس یہ حکم کہ کوئی شخص خود اپنے آپ کو یا اپنے بچوں کو نہیں بیچ سکتا اُس وقت تک مفید اور قابل عمل نہیں کہلا سکتا جب تک کہ ان مشکلات کا بھی علاج نہ سوچا جائے جو اس حالت میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی کے ماتحت اس حکم کو تو لوگوں نے اختیار کر لیا ہے لیکن

اس کے ساتھ جو مشکلات وابستہ ہیں ان کا کوئی علاج نہیں کیا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کا علاج بھی بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں ہر فرد کا کھانا مہیا کرنا اور اس کا ضروری لباس اور اس کے لئے رہائش کا انتظام حکومت پر یا بالفاظ دیگر ساری قوم پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور اس طرح اس ضرورت کو جو آزاد کو غلام بنانے پر مجبور کرتی ہے باطل کر کے غلامی کی ایک شق کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

دنیوی جنگوں میں کسی کو غلام نہیں بنایا جا سکتا:

اس کے بعد اب میں وہ صورت لیتا ہوں جو غلامی کی جائز صورت کبھی جاتی رہی ہے اور جو یہ ہے کہ کسی شکوہ یا شکایت پر دو قومیں آپس میں لڑ پڑیں اور ان میں سے غالب آنے والی قوم مغلوب کے افراد کو قید کر کے اپنا غلام بنا لے۔ اس قسم کی غلامی میں سے اسلام نے اس غلامی کو تو اڑا دیا ہے جو دنیوی جنگوں کے نتیجے میں رائج تھی اور اس کے متعلق وہی تعلیم دی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اول تو دنیوی جنگیں نہ ہی ہوں اور اگر ہوں تو ان کا اختتام صلح پر ہونا چاہئے اور محض حقوق کے تصفیہ پر ہونا چاہئے اور غلام وغیرہ نہیں بنانے چاہئیں۔ ان جنگوں کا اصول اسلام نے یہ رکھا ہے کہ دوسری بے تعلق قوموں کو بھی ان میں حصہ لینا چاہئے تا کہ کوئی قوم بھی تعدی نہ کر سکے۔

مذہبی جنگوں میں غلام بنانے کی ممانعت:

دوسری قسم کی جنگیں مذہبی جنگیں ہیں۔ ان کے متعلق اسلام نے جو حکم دیا ہے وہ یہ ہے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ (الکافرون: 7) اور فرمایا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ (البقرہ:257) یعنی ہر ایک کا دین اس کے ساتھ ہے اور دلیل اور صحیح طریق عمل واضح کر دینے کے بعد کسی کو ایک دوسرے پر جبر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اگر ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد بھی کوئی شخص ہدایت کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کا نقصان اس کو پہنچے گا۔ دوسروں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اس پر زور دیں اور اسے مجبور کر کے اپنے مذہب میں داخل کریں۔ پس اپنا مذہب منوانے کے لئے جنگ کرنے کا سلسلہ اسلام نے بالکل روک دیا ہے اور اس طرح حملہ کر کے غلام بنانے کا طریق دنیا سے مٹا دیا ہے۔

مظلوم قوم کے لئے اجازت:

مگر چونکہ ضروری نہیں کہ ہر شخص اسلام کی تعلیم پر عمل کرے اور چونکہ مذہبی حملے عام طور پر کمزور قوموں پر ہوا کرتے ہیں خصوصاً ایسے مذاہب کے پیرووں پر جو جدید ہوتے ہیں اور ان سے ہمدردی حملہ آور قوم کے علاوہ دوسری قوموں میں بھی نہیں ہوتی اس لئے دنیوی جنگوں کے متعلق جو قانون تھا وہ یہاں پر چسپاں نہیں ہو سکتا۔ ایسے موقع پر حملہ

آور قوم کی ہم مذاہب اقوام یا وہ اقوام جو اس کی ہم مذہب تو نہ ہوں لیکن دوسری قوم کے مذہب سے شدید اختلاف رکھتی ہوں اس مظلوم قوم کی تائید کے لئے کبھی نہیں نکلیں گی۔ پس ضروری تھا کہ اس مظلوم قوم کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار دیا جاتا جس سے وہ اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتی اور حملہ آور قوم کے دل میں بھی کوئی ڈر باقی رہتا۔ پس اس کے لئے اسلام نے یہ اجازت دی کہ اگر ایک قوم اپنا مذہب منوانے کے لئے کسی دوسری قوم پر حملہ کرے تو اس کے قیدیوں کے ساتھ عام جنگی قیدیوں کی نسبت کسی قدر مختلف سلوک کیا جائے۔ اور وہ یہ سلوک ہے کہ اس کے قیدیوں کو فروخت کرنے کی اجازت ہو تا کہ وہ مظلوم قوم جس پر حملہ کی وجہ ہی اس کا کمزور ہونا تھا قیدیوں کی پرورش کے بار کے نیچے دب کر اور بھی تباہ نہ ہو جائے۔ اس صورت کا نام خواہ غلامی رکھ لو خواہ قید کی کوئی دوسری نوعیت قرار دے لو بہر حال اسلام نے اس کو جائز رکھا ہے۔ مگر کوئی عقل مند انکار نہیں کر سکتا کہ ایک کمزور قوم پر اس غرض سے حملہ کرنے والا کہ اسے اس کی واحد دولت یعنی تعلق باللہ سے محروم کر دے اور شیطان کی ابدی غلامی میں دے دے یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ اسے بتایا جائے کہ آزادی کا چھن جانا کیسا تکلیف دہ ہے۔ **جو شخص حریت ضمیر انسان سے چھینتا ہے اگر اسے کچھ عرصہ کے لئے جسمانی حریت سے محروم رکھا جائے تو یقیناً یہ سزا اس کے فعل سے کم ہے۔**

ضروری شرائط:

باوجود اس کے کہ جس جرم کی سزا میں اسلام نے فردی قید کو جائز رکھا ہے وہ بہت شدید ہے اور اس کی سزا بہت کم ہے پھر بھی اس نے ایسی قیود مقرر کر دی ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ قید غلامی کے اس مفہوم سے باہر نکل جاتی ہے جو عام طور پر دنیا میں سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے ان قیدیوں کے لئے یہ شرائط مقرر کی ہیں:

(1) ہر شخص جس کے پاس وہ قیدی رہیں وہ انہیں وہی کچھ کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی کچھ پہنائے جو خود پہنتا ہے۔

(2) کوئی شخص انہیں بدنی سزا نہ دے۔

(3) ان سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے جو وہ کر نہ سکتے ہوں۔

(4) ان سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے جس کے کرنے سے مالک خود کراہت کرتا ہو۔ بلکہ مالک کو چاہیے کہ وہ کام میں ان کے ساتھ شریک ہو۔

(5) اگر وہ آزادی کا مطالبہ کریں تو انہیں فوراً آزادی دی جائے بشرطیکہ وہ اپنا فدیہ ادا کر دیں۔

(6) فدیہ کی ادائیگی میں بھی یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اگر کوئی گھر سے مالدار نہیں ہے اور اس کے

رشتہ دار فدیہ دے کر اسے نہیں چھڑا سکتے تو وہ مالک سے ٹھیکہ کر لے کہ فلاں تاریخ تک اتنی قسطوں میں یہ رقم ادا کر دوں گا۔ اس سمجھوتے پر مالک مجبور ہو گا اور اسی دن سے یہ قیدی اپنے مال کا مالک سمجھا جائے گا اور جو کچھ کمائے گا اس کا ہو گا۔ صرف اپنے وقت معین پر مقررہ قسط ادا کرتا رہے گا۔ جس دن اصل رقم ادا ہو جائے گی یہ پورے طور پر آزاد سمجھا جائے گا۔

(7) غلام کو حق دیا گیا ہے کہ جب کوئی مالک اس کے ساتھ نامناسب سلوک کرتا ہو تو وہ مجبور کر کے اپنے آپ کو فروخت کرا لے۔

آزادی سلب کرنے کی اجازت کس صورت میں دی:

ان قوانین سے یہ بات ثابت ہے کہ اول اسلام نے انسانی آزادی سلب کرنے کی اسی وقت اجازت دی ہے جبکہ اس میں اپنی خیر و شر سمجھنے کی طاقت باقی نہ رہی ہو گویا کہ اس کی مثال ایک بچہ کی سی ہے کیونکہ جو شخص تلوار کے ذریعہ سے دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتا ہے وہ انسان کی ذہنی ترقی کو جو اس کی پیدائش کا اصل مقصود ہے روکتا ہے اور بنی نوع انسان کو اس عظیم الشان مقصد سے محروم کرنا چاہتا ہے جس مقصد کے حصول کے لئے کروڑوں جانوں کو ضائع کر دینا بھی وہ معمولی قربانی سمجھے ہیں۔ پس اس قسم کی نادانی کرنے والا انسان یقیناً بچوں سے بدتر ہے اور یقیناً اس امر کا مستحق ہے کہ ایک عرصہ تک اسے قید و بند میں رکھا جائے۔ لیکن جس وقت حکومت ایسی کمزور ہو کہ وہ باقاعدہ سپاہی نہ رکھ سکتی ہو اور قوم کے افراد پر جنگی اخراجات کی ذمہ واری فرداً فرداً پڑتی ہو اس وقت قیدیوں کے رکھنے کا بہترین طریق یہی ہو سکتا ہے کہ ان کو افراد میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ وہ ان سے اپنے اخراجات جنگ وصول کر لیں۔ جب حکومت کی باقاعدہ فوج ہو اور افراد پر جنگی اخراجات کا بار فرداً فرداً نہ پڑتا ہو تو اس وقت جنگی قیدی تقسیم نہیں ہوں گے بلکہ حکومت کی تحویل میں رہیں گے۔

اسلام نے غلامی کے نقائص کس طرح دور کئے:

ماتحتی کی بری صورتوں میں سے ایک یہ صورت تھی کہ ماتحت کے ساتھ ذلت کا سلوک کیا جائے اور اس وجہ سے غلامی بری کہلاتی ہے۔ لیکن جب اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ مالک جو خود کھائے وہ غلام کو کھلائے اور جو پہنے وہ غلام کو پہنائے اور اس سے وہ کام نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ کام نہ لے جو آقا اس کے ساتھ خود مل کر کرنے کے لئے تیار نہ ہو اور اسے مارے نہیں اگر مارے تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا تو ایسے غلام کی حالت ایک چھوٹے بھائی یا بچہ کی طرح ہے۔ اگر چھوٹا بھائی یا بچہ غلام نہیں کہلا سکتا تو یہ شخص بھی غلامی کی عام تعریف سے باہر نکل آتا

ہے۔ تیسرا نقص غلامی میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انسان ہمیشہ کے لئے ایک بات کا پابند ہو جاتا ہے۔ اس کا بھی اسلام نے علاج کر دیا ہے کیونکہ غلام کا حق رکھا ہے کہ وہ اپنا فدیہ دے کر آزاد ہو جائے۔ اور اگر وہ اپنا فدیہ یکدم ادا نہیں کر سکتا تو اپنے مالک سے قسطیں مقرر کرلے۔ اور جس وقت وہ قسطیں مقرر ہو جائیں اُسی وقت سے وہ اپنے اعمال میں ویسا ہی آزاد ہو گا جیسا دوسرا آزاد شخص اور وہ اپنے مال کا مالک سمجھا جائے گا۔ پس ہر ایسا قیدی جو مذہبی جنگ میں گرفتار ہوتا ہے اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ آزادی حاصل کرلے۔ اور جب آزادی کا حصول اس کے اپنے اختیار میں ہے تو اس قسم کی قید غلامی کی ناجائز شقوں میں کس طرح شامل کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم نے غلام کے لئے دو ہی صورتیں رکھی ہیں۔ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً۔ (محمد: 56) مذہبی جنگ میں جب کوئی شخص قید ہو تو یا اس کو بطور احسان چھوڑ دیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ پس یہ صورت اسلام میں جائز ہی نہیں کہ باوجود اس کے کہ کوئی شخص اپنا فدیہ پیش کرتا ہو پھر اس کو غلام رکھا جائے۔ ہاں یہ ایک صورت رہ جاتی ہے کہ نہ تو کوئی شخص فدیہ دے سکتا ہو اور نہ مالک بغیر فدیہ کے آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ جو رقم اس نے جنگ میں خرچ کی تھی اس نے اس کی مالی حالت کو خراب کر دیا ہو۔ ایسی صورت کے لئے قرآن کریم نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ فَکَاتِبُوۡہُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا ٭ۖ وَّ اٰتُوۡہُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىکُمۡ۔ (النور: 43) یعنی وہ لوگ جو کہ تمہارے قیدیوں میں سے چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ قسطیں مقرر کرلی جائیں اور انہیں آزاد کر دیا جائے تو ان کے فدیہ کی رقم کی قسطیں مقرر کرلو۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ روپیہ کمانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ بلکہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے ان کی مدد کرو یعنی انہیں کچھ سرمایہ بھی دے دو تا کہ اس کے ذریعہ سے روپیہ کما کر وہ اپنا فدیہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ جو لوگ اس کی بھی قابلیت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے اسلام نے نصیحت فرمائی ہے کہ مالدار لوگ انہیں آزاد کرائیں اور حکومت انہیں آزاد کرائے۔ لیکن جو لوگ کسی طرح بھی کمائی نہ کر سکتے ہوں اور آزاد ہو کر سوال کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو ان کے متعلق مالک کو یہی حکم ہے کہ وہ انہیں پاس رکھے اور ان کی خبر گیری کرے۔ اپنے کھانے میں سے اسے کھلائے اور اپنے کپڑے میں سے انہیں پہنائے۔

اسلام میں کوئی غلامی نہیں:

ہر شخص جو ان احکام کو پڑھے معلوم کر سکتا ہے کہ غلامی کا جو مفہوم دنیا میں پایا جاتا ہے اس کے رو سے اسلام میں کوئی غلامی رائج نہیں۔ ہاں فلسفیانہ اصول پر جو غلامی کی تشریح کی جاتی ہے اور جس کے ماتحت غلامی اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی اور ضروری بھی ہو سکتی ہے اور غیر ضروری بھی اس غلامی کی بعض قسمیں اسلام نے جائز رکھی

ہیں۔یعنی وہ جو اچھی ہیں اور ضروری ہیں اور جن کا ترک کرنا کوئی عقلمند انسان پسند نہیں کر سکتا اور جن کے ترک کرنے سے دنیا میں فساد اور فتنہ پیدا ہوتا ہے اور حقیقی آزادی ملتی ہے اور دنیا کی ترقی میں روک پیدا ہوتی ہے۔ اور جو غلامی کے برے طریق ہیں ان سے اسلام نے روکا ہے اور دوسرے لوگوں کی طرح صرف روکا ہی نہیں بلکہ غلامی کے ان طریقوں کے موجبات اور محرکات کا بھی علاج کیا ہے تا کہ انسان مجبور ہو کر ان غلامیوں میں مبتلا نہ ہو۔

حقیقی آزادی دینے والا انسان:

پس مبارک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود جنہوں نے اس غلامی کو جو دنیا کے لئے مضر تھی مٹایا اور دنیا کو حقیقی آزادی عطا کی۔ وہ نادان جو لفظاً غلامی کو مٹاتے ہیں اور عملاً اسے قائم کرتے ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چاند پر تھوکتا ہے۔ لیکن چاند پر تھوکا خود ان کے اپنے منہ پر پڑتا ہے۔ عقلمند آدمی محسوس کرتے ہیں کل سب دنیا معلوم کرلے گی کہ حقیقی آزادی اس تعلیم میں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور دنیا کو نجات دینے والی ہستی صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ”

(الفضل 8 نومبر 1931ء)

(حریت انسانی کا قائم کرنے والا رسول ﷺ، انوار العلوم جلد 12 ص 333 تا 347، سیرت النبی ﷺ جلد سوم صفحہ 285 تا 302)

15 اپریل بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی صاحبزادی امۃ اللہ بیگم صاحبہ کے نکاح کا پیر صلاح الدین صاحب بی اے کے ساتھ اڑھائی ہزار روپیہ مہر پر اعلان فرمایا۔ خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

” ایک زمانہ عرب پر ایسا آیا ہے کہ رسم ورواج کی پابندیوں میں وہ ایسے جکڑے گئے تھے کہ گویا وہ قیدی تھی صرف اتنا فرق تھا کہ آج کل کے قیدیوں کی طرح وہ چار دیواری میں بند نہ تھے مگر ان کی وہ قید چار دیواری کی قید سے بھی زیادہ سخت تھی۔ کیونکہ آج کل کے قیدی جن کمروں میں بند ہوتے ہیں ان کی دیواریں تو آخر ان سے چند گز کے فاصلہ پر ہی ہوتی ہیں مگر وہ جو اپنے جسم میں قیدی تھے ان کی قید تو قید خانہ سے بھی سخت تھی اور ان کی ان جکڑ بندیوں اور قیدیوں سے جو اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی رسول کریم ﷺ نے آکر ان کو آزاد کر دیا اور وہ غلامی اور قید جو ان کی جائز آزادی کو تلف کئے ہوئے تھی اس کو یک دم اڑا دیا اور ان قیود کی جگہ ایک ایسا نیا قانون ان کو مکمل مل گیا جو انسانی جذبات کے مناسب حال اور کامل آزادی دینے والا تھا۔

درحقیقت آزادی اور غلامی میں قید و بند کا فرق نہیں کیونکہ وہ شخص جس کو ہم غلام کہتے ہیں اس کو بھی کچھ نہ کچھ آزادیاں ہوتی ہیں اور جسے ہم آزاد کہتے ہیں درحقیقت اس کے اوپر بھی بعض قیود ہوتی ہیں۔ ہم جب کسی کو قیدی

یا غلام کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس شخص کے اوپر تو کچھ پابندیاں ہیں اور جس کو ہم آزاد کہتے ہیں وہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ بلکہ درحقیقت دونوں کے اوپر ہی بعض پابندیاں ہوتی ہیں اور دونوں ہی بعض قیود سے آزاد بھی ہوتے ہیں۔ مگر آج کل غلام اسے کہا جاتا ہے جس پر رواجی قید ہو اور آزاد اسے کہا جاتا ہے جس پر کوئی جابرانہ رواجی قید نہ ہو یعنی ایک قیدی کو اس لئے قیدی کہا جاتا ہے کہ اس نے مثلاً غبن یا کوئی اور جرم کیا تو حکومت نے اس کو بطور سزا قید کر دیا۔ اگر اسے کھول دیا جائے تو وہ فوراً بھاگ جائے مگر وہ ماں جو اپنے گھر میں ہے اور اس کا اکلوتا بیٹا سخت بیمار پڑا ہے اور وہ اس کی چارپائی پر اس کے پاس بیٹھی ہے کیا وہ قیدی نہیں۔ وہ بھی قیدی ہے بلکہ وہ اس پہلے قیدی کی نسبت زیادہ سخت قسم کی قید میں ہے مگر باوجود اس کے ہم اس سے اس لئے قیدی نہیں کہتے کہ وہ کسی جرم یا کسی گناہ کے بدلہ میں قید نہیں بلکہ اپنے بچہ کی محبت کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھی ہے۔ گو ایسے حالات میں اگر ایک قیدی کو کہا جائے کہ بھاگ جا اور اس کے لئے بھاگنا ممکن ہو تو وہ ضرور بھاگ جائے گا اور اگر اس کے لئے بھاگنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو تو بھی اس کا منشاء ضرور ہوتا ہے کہ موقع ملے تو وہاں سے بھاگ نکلوں اور اس کے دل میں ہر وقت بھاگنے کی خواہش موجود ہوتی ہے مگر وہ ماں جو اپنے اکلوتے بیمار بچے کی چارپائی پر بیٹھی رہی اس کو تو بھاگنے کی خواہش بھی نہیں ہوتی بلکہ اگر تم ان سے کہو کہ وہ کیوں بھاگ نہیں جاتی تو وہ اس سے ناراض ہوگی اور کہے گی کہ تم میرے اور میرے اکلوتے بیٹے کی جان کے دشمن ہو پھر بعض لوگوں کو تین تین چار چار مہینے کی قید ہوتی ہے اور بعض کو قید بامشقت ہوتی ہے۔ مگر اس کے مقابل پر دیکھ لو کیا ایسی ہی قید بعض حاملہ عورتوں کو ہوتی ہے یا نہیں؟ کئی حاملہ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق چار چار پانچ پانچ مہینے چلنا پھرنا بند کر دیتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو چھ چھ سات سات آٹھ آٹھ اور نو نو مہینے یعنی پورے ایام حمل تک ڈاکٹر عورتوں کو ہلنے سے منع کر دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اس مریضہ کے لئے ہلنا نہایت مضر ہے اور وہ بے چاری اتنی مدت تک چارپائی پر پڑی رہتی ہے اور کروٹ تک بدل نہیں سکتی مگر کوئی شخص اس کا نام قید نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ لوگ جو "حریت"، "حریت" پکارتے رہتے ہیں عورتوں کی اس پابندی کو "حریت" کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ قید کسی حکومت کی طرف سے نہیں یا جابرانہ طور پر نہیں بلکہ جس طرح حکومت نے بعض افراد پر قیدیں لگا رکھی ہیں اسی طرح قانون قدرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض پابندیاں عورتوں پر لگا دی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اولاد پیدا کریں اس لئے حاملہ عورتوں کو بعض حالات میں ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق لیٹے رہنا پڑتا ہے تو جسے ہم آزاد کہتے ہیں دراصل وہ بھی بعض پابندیوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے اور جسے ہم غلام یا قیدی کہتے ہیں وہ بھی بعض باتوں میں آزاد ہوتا ہے۔ چنانچہ چور جب قید ہوتے ہیں تو وہ باوجود قید ہونے کے ان کی روح آزاد ہوتی ہے اور وہ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ اس جگہ سے جب بھی چھوٹیں گے تو وہ اس

چوری کو پورا کر کے چھوڑیں گے۔ یا قتل کے ارادہ میں پکڑے جاتے ہیں اور ابھی فعل قتل کو مکمل نہیں کیا ہوتا تو وہ دل میں یہ عہد کئے ہوئے ہوتے ہیں کہ اب اگر اس قید سے نکل کر گئے تو اس قتل کو مکمل کر کے رہیں گے۔

ایسا شخص بے شک آزاد ہے اور "مادر پدر آزاد" شخص بھی آزاد ہے مگر در حقیقت ایسے شخص کو کوئی بھی شریف انسان آزاد نہیں کہے گا اور نہ اس کے اس طریق کو آزادی سے تعبیر کرے گا۔ لیکن ایک شخص جو اپنے گھر میں ہی بیٹھا ہوا ہے اور جو اس چوری یا قتل وغیرہ کے جرائم میں سے کسی ایک جرم کا خیال بھی دل میں آنے نہیں دیتا اور اگر کسی وقت کوئی معمولی سا خیال بھی آجائے تو وہ فوراً اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے تو اس پر بظاہر کون سی قید ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا کرتا ہے۔ تو غلامی اور قید دراصل نسبتی امر ہیں بعض باتوں میں ایک آزاد غلام ہوتا ہے اور بعض باتوں میں ایک آزاد بھی مقید ہوتا ہے۔ اسلام نے بھی ایسی کلی آزادی نہیں دی کہ لوگ جو چاہیں کریں۔ بلکہ اسلام نے بھی بعض باتوں پر قیود لگا دی ہیں کہ ایسا نہ کرو اور بعض باتوں میں جو لوگوں کی بھلائی کی تھیں انہیں آزادی دے دی ہے گو صرف نسبت کا فرق ہو گیا مثلاً پہلے بھی وہ اپنے اموال کو خرچ کرتے تھے اب یہ کہا گیا کہ اسلام سے پہلے تو تم اپنے اموال کو غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے کی بجائے شراب نوشی اور جوئے بازی میں خرچ کیا کرتے تھے لیکن اب یہ قید لگائی جاتی ہے کہ تم روپیہ تو خرچ کرو مگر نیک کاموں میں خرچ کرو شراب وغیرہ میں خرچ نہ کرو۔

تو پہلی قیدیں جو ناجائز طور پر انہوں نے اپنے اوپر لگا رکھی تھیں اسلام نے ان کو دور کر دیا اور بعض نئی قیدیں جو ان کے لئے مفید تھیں وہ ان پر لگا دیں اور یہ آزادی یعنی "حریت" کے خلاف نہیں۔ ہر ایک کے اوپر کچھ نہ کچھ قیدیں خواہ وہ شرعی ہوں یا اخلاقی ہوں یا ذہنی ہوں عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو حریت یعنی "حریت ضمیر" اور "حریت افعال" کے بڑے حامی ہیں کیا ان میں سے کوئی اپنے باپ کو جوتے لگانے یا اپنی ماں کو چوٹی سے پکڑ کر مارنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ وہ نہ تو خود ایسا کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے اور نہ ہی تم اس کی ایسی حرکت کو پسند کرو گے۔ بلکہ تم بھی اس پر ایک ذہنی قید وارد کرو گے اور کہو گے کہ کامل آزادی سے یہ مطلب نہیں، کہ انسان "مادر پدر آزاد" ہو۔ اسی طرح **رسول کریم ﷺ نے دنیا میں مبعوث کر لوگوں کو ایک بہت بڑی حریت عطا فرمائی ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اب انسان اپنے عمل میں آزاد ہے یا جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ شریعت لعنت ہے:**

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا..."

(گلتیوں باب 3 آیت 13)

اسی طرح نعوذ باللہ ہم شریعت کے احکام سے آزاد ہو گئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام میں تم کو بتاتا ہوں وہ کرو اور جن سے میں روکتا ہوں ان سے بچو کیونکہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ تو بعض قیود اور پابندیاں اچھی ہوتی

ہیں اور بعض قیود اور پابندیاں بری ہوتی ہیں۔ جو اچھی پابندیاں تھیں وہ رسول کریم ﷺ نے لوگوں پر لگادیں اور جو بری رسوم تھیں ان کے بچنے کی قیود ان پر عائد کر دیں اور یہ ان لوگوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ آخر وہ پہلے بھی بعض کاموں کو چھوڑنے کی قیود میں اپنے اوپر رکھتے ہیں اور بعض کاموں کو کرنے کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے مگر رسول کریم ﷺ کی عائد کردہ پابندیاں کو ایک عرصہ کے بعد لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اور اس نور کو جو ان کی طرف نازل کیا گیا تھا رد کر کے اپنے آپ کو غلط "حریت" کا دلدادہ بنالیا اور اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے خدا تعالیٰ نے کروڑوں کروڑ میل پر سورج کو رکھا ہے جو بدبودار جگہوں، جوہڑوں، تالابوں، نالیوں، نہروں، دریاؤں اور سمندروں وغیرہ سے بخارات کو اٹھاتا ہے اور پھر اس پانی کو نہایت پاک مصفّٰی کر کے واپس لوٹاتا ہے مگر انسان اس صاف کئے ہوئے پانی کو پی کر پیشاب، پسینہ یا بلغم وغیرہ بنا کر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کا حال ہے کہ خدا تعالیٰ تو انسان کو نہایت پاک مصفّٰی اور مطہر شریعت عطا کرتا ہے مگر جب انسان اسے گندہ کر کے پھینک دیتا ہے تو وہ بدنما نظر آنے لگتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ شریعت نازل کر کے خدا نے مسلمانوں کو بھی ہزاروں قسم کے گندوں سے نکالا تھا مگر آپ کے بعد آج پھر مسلمان اپنی غلطیوں سے ان ہی قید و بند کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جن سے رسول کریم ﷺ نے ان کو نکالا تھا اور باوجود شریعت اسلام کے پاک و مطہر ہونے کے خود مسلمانوں نے اس کو غیروں کے لئے بدنما داغ بنا رکھا ہے۔ مثلاً جب ان سے نماز کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں بڑی مصیبت پڑ گئی حالانکہ ہزاروں قسم کی قیدیں جو انہوں نے خود اپنے اوپر لگا رکھی ہیں ان کی وہ پوری پوری پابندی کرتے چلے جائیں گے مثلاً حقہ کی قید اسلام نے نہیں لگائی بلکہ مسلمانوں نے خود اپنے اوپر لگالی ہے۔ اب جہاں حقہ نظر آتا ہے دس بیس آدمی اس کے ارد گرد اکٹھے ہو کر حقہ پینے لگ جائیں گے مگر نماز کے لئے نہیں جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان میں ایک شخص آیا اور ایک دن ٹھہر کر چلا گیا۔ جنہوں نے اسے بھیجا تھا انہوں نے خیال کیا یہ قادیان جائے گا اور وہاں کچھ دن ٹھہر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی باتیں سنے گا وہاں کے حالات دیکھے گا تو اس پر احمدیت کا کچھ اثر ہو گا۔ مگر جب وہ صرف ایک دن ہی ٹھہر کر واپس چلا گیا تو ان بھیجنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم اتنی جلدی کیوں آ گئے۔ وہ کہنے لگا توبہ کرو جی وہ بھی کوئی شریفوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے انہوں نے خیال کیا کہ شاید کسی کے نمونہ کا اچھا اثر نظر نہیں آیا ہو گا جس سے اس کو ٹھوکر لگی ہو گی۔ انہوں نے پوچھا آخر کیا بات ہوئی جو تم اتنی جلدی چلے آئے ان دنوں قادیان اور بٹالہ کے درمیان یکے چلا کرتے تھے اس نے کہا میں صبح کے وقت قادیان پہنچا مہمان خانہ میں مجھے ٹھہرایا گیا میری تواضع اور آؤ بھگت کی گئی ہم نے کہا سندھ سے آئے ہیں راستہ میں تو کہیں حقہ پینے کا موقع نہیں ملا اب اطمینان سے بیٹھ کر حقہ پئیں گے

اور آرام کریں گے۔ ابھی ذرا حقہ آنے میں دیر تھی کہ ایک شخص نے کہا بڑے مولوی صاحب حضرت (خلیفہ اوّل کو لوگ بڑے مولوی صاحب کہا کرتے تھے) اب حدیث کا درس دینے لگے ہیں پہلے درس سن لیں پھر حقہ پینا۔ ہم نے کہا چلو اب قادیان آئے ہیں تو حدیث شریف کا بھی درس سن لیں۔ حدیث کا درس سن کر آئے تو ایک شخص نے کہا کھانا بالکل تیار ہے۔ پہلے کھانا کھالیں۔ ہم نے کہا ٹھیک بات ہے کھانے سے فارغ ہو کر پھر اطمینان سے حقہ پئیں گے ابھی کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی نے کہا ظہر کی اذان ہو چکی ہے۔ ہم نے کہا۔ اب آئے ہیں چلو قادیان میں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں ظہر کی نماز پڑھ چکے تو مرزا صاحب بیٹھ گئے باتیں وہاں شروع ہو گئیں ہم نے کیا چلو مرزا صاحب کی گفتگو بھی سن لیں کہ کیا فرماتے ہیں۔ پھر چل کر حقہ پئیں گے اور وہاں سے باتیں سن کر آئے اور آکر پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر اطمینان سے بیٹھے اور حقہ سلگایا کہ اب تو سب طرف سے فارغ نہیں اب تسلی سے حقہ پیتے ہیں لیکن ابھی دو کش بھی حقے کے نہ لگائے تھے کہ کسی نے کہا عصر کی اذان ہو چکی ہے نماز پڑھ لو۔ حقہ کو اسی طرح چھوڑ کر ہم عصر کی نماز کو چلے گئے عصر کی نماز پڑھی تو خیال تھا کہ اب تو شام تک حقہ کے لئے آزادی ہو گی کہ کسی نے کہا بڑے مولوی صاحب مسجد اقصیٰ میں چلے گئے ہیں اور وہاں قرآن کریم کا درس ہو گا۔ ہم نے سمجھا تھا کہ اب شام تک حقہ پینے کا موقع ملے گا پر خیر اب آئے ہیں تو قرآن کریم کا درس بھی سن ہی لیتے ہیں۔ بڑی مسجد میں گئے درس سنا اور سن کر واپس آئے تو مغرب کی اذان ہو گئی اور حقہ اسی طرح دھرا رہا اور ہم مغرب کی نماز کے لئے چلے گئے۔ نماز پڑھ کر پھر مرزا صاحب بیٹھ گئے اور ہم بھی مجبوراً بیٹھ گئے کہ مرزا صاحب کی باتیں سن لو۔ آخر وہاں سے آئے اور سوچا کہ اب شاید حقہ پینے کا موقع ملے لیکن کھانا آگیا اور کہنے لگے کھانا کھالو پھر حقہ پینا شام کا کھانا بھی کھالیا اور خیال کیا کہ اب تسلی سے حقہ کے لئے بیٹھیں گے کہ عشاء کی اذان ہو گئی اور لوگ کہنے لگے نماز پڑھ لو خیر عشاء کی نماز کے لئے بھی چلے گئے۔ نماز پڑھ کر خدا کا شکر کیا کہ اب تو اور کوئی کام نہیں رہا اب پوری فرصت ہے اور حقہ پیتے ہیں لیکن ابھی حقہ سلگایا ہی تھا کہ پتہ لگا کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو عشاء کے بعد بڑے مولوی صاحب کچھ وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں۔ اب بڑے مولوی صاحب وعظ کرنے لگ گئے۔ وہ ابھی وعظ کر ہی رہے تھے کہ سفر کی کوفت اور تکان کی وجہ سے ہم کو بیٹھے بیٹھے نیند آگئی پھر پتہ ہی نہیں کہ ہم کہاں ہیں اور ہمارا حقہ کہاں ہے۔ صبح جو اٹھا تو میں تو اپنا بستر اٹھا کر وہاں سے بھاگا کہ قادیان میں شریف انسان کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اب دیکھو یہ حقہ کی قید لوگوں نے خود ہی اپنے اوپر لگا رکھی ہے۔ کسی زمیندار کو دیکھ لو وہ دو دو تین تین گھنٹے روزانہ اور بیسیوں کام چھوڑ کر اور اپنا حرج کر کے بھی حقہ کے لئے ضرور وقت دے گا۔ اور جو لوگ اکٹھے بیٹھ کر حقہ پینے کے عادی ہیں وہ جتنا وقت صرف کرتے ہیں وہ دو تین گھنٹے سے قطعاً کم نہیں ہوتا، مگر نماز کے لئے دیکھو دن رات

میں پانچ نمازیں مقرر ہیں اور فی نماز پانچ چھ منٹ لگتے ہیں بلکہ ہمارے ملک میں مشہور ہے کہ حنفیوں کی نماز پر تو دو تین منٹ سے زائد وقت لگتا ہی نہیں۔ اب گو اپنی مرضی سے جسے خدا توفیق دے وہ ایک نماز کے لئے گھنٹہ گھنٹہ لگا لے مگر عام طور پر آٹھ دس منٹ ہی لگتے ہیں اور اس طرح پانچوں نمازوں پر پچاس منٹ یا ایک گھنٹہ صرف ہو گا مگر پھر بھی جب تم ان کو نماز کے لئے کہو گے، تو وہ یہی کہیں گے کہ کون نماز پڑھے وقت بالکل نہیں ملتا حالانکہ اور جگہوں پر وقت خرچ کرنے کی قید لگی ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے وہ قید لگائی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں لگائی اور وہ قید جو محمد رسول اللہ ﷺ نے لگائی ہے اس کو اپنے اوپر نہیں لگائیں گے۔

اسی طرح زکوٰۃ ہے۔ لوگ مال خرچ کر لیتے ہیں مگر اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالیں گے۔ گو ہمارے ملک میں تو اب حالت ایسی ہے کہ لوگوں کے پاس اتنا روپیہ ہی نہیں ہوتا اور جو کوئی روپیہ پیسہ ہوتا بھی ہے تو اس کے متعلق ”آیا کھایا اور اڑایا“ والی کیفیت ہوتی ہے اور جس گھر میں روپیہ آیا اور کھایا اڑایا والا معاملہ ہوتا ہے تو وہاں زکوٰۃ کیسے لگے گی۔ مگر باوجود اس کے آخر انسان بعض موقعوں کے لئے روپیہ جمع کر کے رکھتے ہیں مثلاً بیاہ شادی کے موقعوں کے لئے عموماً لوگ کچھ نہ کچھ جمع کرتے ہیں اور جو مال زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن لوگ زکوٰۃ کے لئے تو اس میں سے کچھ نہیں دیں گے اور سارا مال بیاہ شادیوں کے موقع پر اڑا دیں گے۔ تو روپیہ تو وہ بھی خرچ کر دیتے ہیں مگر جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے خرچ کرنے کی قید لگائی ہے وہاں خرچ نہیں کریں گے۔ تو بے شک بہت سی پابندیاں رسول کریم ﷺ نے آ کر لگائی ہیں مگر وہ پابندیاں بہت زیادہ ہیں جو آج مسلمانوں نے خود اپنی مرضی سے اپنے اوپر لگا رکھی ہیں اور جن میں وہ اپنا تمام روپیہ تباہ کر رہے ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا فیروز پور کا ایک واقعہ میں نے اخباروں میں پڑھا تھا کہ ایک شخص نے شاید ساٹھ روپے ساہوکار سے لئے تھے اور اب وہ نناوے ہزار روپے سود در سود بن کر ہو گئے ہیں۔ اسلام نے بھی گو پابندیاں رکھی ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ ہم تمہارے اوپر اتنا بوجھ ڈالیں گے جتنا تم اٹھا سکو گے۔ مگر ہم لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنی مرضی سے اپنے اوپر ناقابل برداشت بوجھ ڈال رکھے ہیں اور جہاں خدا کے دین کے لئے خرچ کرنے کو کہو تو کہیں گے جی کہاں سے دیں؟ ہمیں تو آپ کھانے تک کو نہیں ملتا۔

اسی طرح بیاہ شادی ہے عیسائی، ہندو مسلمان وغیرہ سب ہی بیاہ شادیوں پر پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں بلکہ مسلمان تو چونکہ ہندو بنیوں سے لے لے کر اخراجات کرتے رہتے ہیں اس لئے وہ جو کچھ کماتے ہیں ان کی وہ ساری کمائی بنیئے کے گھر میں ہی چلی جاتی ہے اور بنیئے بھی جو کچھ جمع کرتے رہتے ہیں وہ جیسا کہ مثل مشہور ہے ”بنئے کی کمائی بیاہ یا مکان نے کھائی“ وہ سب بیاہ شادی کے موقعوں پر اڑا دیتے ہیں چنانچہ ہندوؤں کا سارا روپیہ بیاہ کے موقع پر لڑکے

والے لے جاتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ان میں رواج ہے کہ جب بیاہ پر جاتے ہیں تو لڑکے والے لڑکی والوں سے کہتے ہیں بتاؤ کیا دو گے۔ چنانچہ بنگال کی طرف یہ عام رواج ہے بڑے بڑے لوگ بلکہ چوٹی کے خاندانوں میں جو ملک کے لیڈر ہیں یا سر وغیرہ کے خطاب رکھتے ہیں وہ بھی جا کر کہیں گے کہ دو گے کیا؟ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے کو جس چیز کا زیادہ شوق ہو وہ اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ مثلاً اگر اسے موٹر کا شوق ہے تو وہ کہہ دے گا مجھے موٹر لے دو یا اور جس چیز کی خواہش کرے لڑکی والے مہیا کر دیتے ہیں خواہ اس بیچارے میں اتنی طاقت نہ ہو اور اگر وہ کہہ دے کہ فلاں مطالبہ کو پورا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں تو لڑکے والے کہیں گے کہ اگر طاقت نہیں تو ہم تمہاری لڑکی لینے کے لئے تیار نہیں۔ جاؤ کسی اور کو لڑکی دے دو۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نہایت تکلیف دہ حالات پیش آجاتے ہیں اور کئی موقعوں پر تو لڑکیوں نے ایسی باتوں سے تنگ آکر خودکشیاں کر لی ہیں۔

بنکم چیٹرجی ایک بنگالی مصنّف نے کئی ایسے واقعات لکھے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ قوم کے جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن میں وہ اپنے اموال کو تباہ و برباد کرتے ہیں وہ اپنی دنیاوی خواہشوں کے مطابق خرچ کریں گے مگر اس طریق پر جسے ہر مذہب کے داناؤں نے پیش کیا ہے نہیں چلیں گے۔ اسی طرح ہمارے مسلمانوں کا حال ہے ان میں بھی شادی بیاہ کے موقعوں پر نہایت بے دردی سے روپیہ اڑا دیا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے نہایت سادہ طریق پر شادیاں کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی لڑکی کا بیاہ دیکھو وہ کیسا سادہ تھا۔ مسجد میں صحابہ جمع ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اپنی لڑکی حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح کا اعلان فرماتے ہیں، پھر چند عورتیں لڑکی کو رخصت کر کے لانے کے لئے آپ کے گھر جاتی ہیں، آپ نے دودھ کا پیالہ منگوایا، اپنی لڑکی اور داماد کو پلایا اور دعا کر کے لڑکی کو رخصت کر دیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکیوں کو کچھ دینا ہی نہیں چاہئے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت رسول کریم ﷺ کی حالت ایسی ہی تھی کہ آپ کچھ دے نہیں سکتے تھے در حقیقت اس میں آپ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ جیسی جیسی تمہاری حالت ہوا کرے ویسا ہی معاملہ کر لیا کرو۔

اسی طرح آج کل بڑی شان و شوکت سے ولیمے کئے جاتے ہیں خواہ اپنی حیثیت اس قسم کے ولیموں کو برداشت نہ کر سکتی ہو۔ دیکھ لو سول کریم ﷺ نے اس موقع کے لئے کیا حکم دیا ہے آپ فرماتے ہیں اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح باب الولیمۃ ولو بشاۃ) کہ ایک بکری ذبح کر کے ولیمہ کرو اور لوگوں کو کھانا کھلا دو۔

اسی طرح مہر ہے لوگ اب اپنی حیثیت سے بہت بڑھ چڑھ کر مہر باندھتے ہیں بلکہ ہمارے ملک میں تو لاکھوں تک بھی مہر باندھے جاتے ہیں۔ مگر وہ مہر صرف باندھے ہی جاتے ہیں ان کے ادا کرنے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ اس وقت

جس نوجوان کا نکاح ہے ان کے والد پیر اکبر علی صاحب کا نکاح بھی میں نے ہی پڑھا تھا اس میں مہر دس ہزار روپیہ تھا میں جب نکاح پڑھنے لگا تو میں نے پیر صاحب سے کہا اگر یہ مہر دینے کی نیت ہے تو اتنا مہر باندھیں ورنہ کم کر دیں۔ اس پر وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا حضور اب میں نیت کرتا ہوں کہ یہ مہر ضرور ادا کر دوں گا۔ شاید خدا نے ان کی اس وقت کی نیت اور نیک ارادہ کرنے کی وجہ سے بعد میں ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ انہوں نے دس ہزار روپیہ مہر ادا کر دیا۔ مگر لوگ تو ایسی حالت میں مہر باندھتے ہیں کہ وہ خود کنگال ہوتے ہیں اور گھر میں کھانے تک کو کچھ نہیں ہوتا یہاں تک کہ نکاح کے دو جوڑے بھی بنئے سے قرض لے کر آتے ہیں مگر مہر دیکھو تو کیا ہو گا تین گاؤں، ایک ہاتھی، اتنے گھوڑے اور اتنے روپے وغیرہ۔ میں نے خود تو کوئی ایسا واقعہ نہیں سنا مگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں جو میں نے پڑھا ہے کہ مہر میں اتنی مکھیوں کے پر اور اتنے مچھروں کے انڈے بھی شامل ہوتے تھے گویا یہ ان کی بڑائی کا نشان ہوتا ہے اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ ادھر ہماری بیٹی کی شادی ہوئی اور پھر سارا ملک مکھیوں کے پر اور مچھروں کے انڈے جمع کرنے میں لگ جائے گا۔ مگر دیکھو رسول کریم ﷺ کے پاس ایک عورت آتی ہے اور آ کر کہتی ہے یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے آپ کو حضور کے لئے ہبہ کرتی ہوں آپ فرماتے ہیں مجھے تو حاجت نہیں مگر ہم کسی اور نیک مرد سے تمہاری شادی کرا دیں گے۔ اسی مجلس میں سے ایک اور شخص اٹھ کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے کرا دیجئے آپ نے پوچھا، کچھ پاس بھی ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے کہا لوہے کی انگوٹھی ہی سہی۔ معلوم ہوتا ہے وہ صحابی بھی بہت ہی غریب تھا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ آپ نے کہا اچھا قرآن شریف کی کچھ سورتیں ہی یاد ہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو قرآن کریم کی تین سورتیں ہی مہر میں یاد کرا دینا۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب عرض المراۃ نفسھا علی الرجل الصالح)

درحقیقت عورت کا مہر اس لیے رکھا گیا ہے کہ بعض ضروریات تو خاوند پوری کر دیتا ہے لیکن بعض ان سے بھی زائد ضرورتیں ہوتی ہیں جن کو عورت اپنے خاوند پر ظاہر نہیں کر سکتی۔ پس وہ اپنے اس حق سے ایسی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے اس لئے اسلام نے مہر کے ذریعہ عورت کا حق مقرر کیا ہے اور وہ خاوند کی حیثیت کے مطابق رکھا ہے۔ مگر لوگ اتنا مہر باندھتے ہیں کہ بعض اوقات خاوند کی ساری ساری جدائیداد دے کر بھی وہ مہر پورا نہیں ہوتا اور اس طرح مقدمات ہوتے ہیں اور اب تو عدالتیں ایسے دعووں میں نصف مہر عورت کو دلا دیتی ہیں اور بعض مجسٹریٹ اتنے بڑے بڑے مہروں کو ظالمانہ فعل کہہ دیتے ہیں اور بعض دفعہ مرد کی جائیداد سے دلا بھی دیتے ہیں۔

اسی طرح ورثہ ہے لوگ روپے کو اور طرح اڑا دیں گے۔ بیاہ شادیوں پر لٹا دیں گے مگر لڑکیوں کو ان کا جائز حق جو اسلام نے مقرر کیا ہے نہیں دیں گے شادیوں کے وقت اگر کہو کہ اس قدر خرچ نہ کرو تو کہیں گے اگر ہم یہ خرچ

نہ کریں تو ہماری ناک کٹ جائے گی۔ مگر جوں ہی لڑکی گھر سے جاتی ہے تو پہلے تو شاید ان کی مصنوعی ناک ہی کٹتی مگر اب چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سچ مچ ان کی ناک کٹ رہی ہوتی ہے یعنی جب سود خور ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں جب وہ عدالتوں میں مقدمات لئے پھرتے ہیں، جب جائدادیں قرق ہو رہی ہوتی ہیں تو اس وقت حقیقی طور پر ان کی ناک کٹ جاتی ہے۔ اگر نکاح کے وقت وہ ایسا نہ کرتے تو شاید ان کی ناک کی چونچ ہی کٹتی یا نہ کٹتی مگر اب تو سب کی سب کٹ جاتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا یہ حکم کہ لڑکیوں کو ان کا حق دو وہ پورا نہیں کریں گے اور یوں سب کچھ تباہ و برباد کر لینا گوارا کر لیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پھر ہمیں ان قباحتوں سے بچا لیا جن میں آج مسلمان مبتلاء ہیں گو ابھی یہ تو نہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی غلطی نہیں کرتا تاہم ہمارے اندر ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ضرور ہے جو اسلامی تعلیم پر عمل کر رہی ہے اور رسم رواج کی ان قیدوں سے آزاد ہو رہی ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت میں پہلے بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے لیکن اب تو جب سے پچھلے سال میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی جماعت کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دینے کی ہدایت کی ہے سب نے اقرار کئے ہیں کہ وہ ضرور اسلامی تعلیم کے مطابق لڑکیوں کو ورثہ دیا کریں گے چنانچہ بہت سے لوگ اپنے اقرار کے مطابق ایسا کر رہے ہیں۔ غرض شریعت کا صحیح نمونہ ہماری جماعت میں موجود ہے۔ گو ابھی پورے طور پر نہیں مگر جتنے حصہ کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق ملی ہے اس سے یہ اندازہ تو کیا جا سکتا ہے کہ ہم اس حصہ کے پورا کرنے سے بگڑے ہیں یا اچھے ہوئے ہیں اور پھر باقی حصے پر عمل نہیں کرتے تو اس صورت میں ہم خدا تعالیٰ کے سامنے زیادہ مجرم قرار پائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں کہہ سکتا ہے کہ جب تم لوگوں نے بعض حصوں پر عمل کر کے میرے احکام کا میٹھا اور پھل دار ہونا دیکھ لیا تھا تو پھر کیوں تم نے ان تمام احکام پر عمل نہ کیا۔

تو آدمی بہر حال کسی نہ کسی قید میں ہو گا خواہ وہ شرعی قیود کو اپنے اوپر وارد کرے یا خواہ اپنی مرضی سے رسم ورواج کی پابندیوں میں اپنے آپ کو جکڑ لے مگر وہ ضرور کسی نہ کسی قید میں ہو گا اور کسی قوم میں بھی اپنے کسی عزیز کی نسبت ”مادر پدر آزاد“ والی آزادی کو اچھا قرار نہیں دیا جاتا بلکہ کوئی اپنے لئے یہ الفاظ بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا کیونکہ **”مادر پدر آزاد“ والی حریت دراصل ایک گالی ہے کہ فلاں شخص اپنے اوپر کسی قسم کی بھی قید نہیں لگاتا۔ تو جب ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر کوئی نہ کوئی قید لگانی ہی پڑتی ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی طرح غلامی کرنی پڑتی ہے تو پھر کیوں نہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کریں اور کیوں نہ ہم آپ کے فرمائے ہوئے احکام کی قیود کو اپنے اوپر وارد کریں کیونکہ بڑے آدمیوں کی غلامی بھی تو ایسے اعلیٰ مقامات پر پہنچا دیتی ہے جہاں دوسرے لوگ پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں۔** مثلاً ایک تحصیلدار ہے اب بے شک تحصیلدار ہی اپنی جگہ ایک بڑا آدمی ہے لیکن جہاں

ڈپٹی کمشنر کا بہرہ جا سکتا ہے کیا تحصیلدار وہاں جا سکتا ہے۔ پھر اور دیکھو ڈپٹی کمشنر جہاں خود جا سکتا ہے وہیں اس کا بہرہ بھی جا سکتا ہے لیکن کئی مقامات پر ڈپٹی کمشنر نہیں جا سکتا مگر کمشنر کا بہرہ وہاں بھی جا سکتا ہے۔ اسی طرح کمشنر کا بہرہ بھی صرف وہاں جا سکتا ہے جہاں خود کمشنر جا سکتا ہے لیکن کئی مقامات پر کمشنر بھی نہیں جا سکتا مگر گورنر کا بہرہ وہاں بھی پہنچ سکتا ہے۔ تو بڑوں کی غلامی بھی انسان کو بڑا بنا دیتی ہے اور جب ہر انسان کو کسی نہ کسی رنگ کی قیدیں لگی ہوئی ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی مرضی سے اپنے اوپر قید لگانے کی بجائے رسول کریم ﷺ کی قیدوں کو اپنے اوپر لگائیں اور آپ کی غلامی تیار کریں جن کی غلامی سے بھی ہم کو عزت حاصل ہو گی اور جن کی بڑائی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بڑائی حاصل ہو گی۔"

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 493 تا 503)

قسط سوم

قرآن کریم کے حسن و جمال کا تذکرہ روحانی خزائن میں

(سید میر محمود احمد ناصر۔ مرحوم)

(10) بائبل کی تعلیم کے مطابق چرچ کی تعلیم ہے کہ دوزخ ہمیشہ کے لئے ہے اور اس کے عذاب کی انتہا کبھی نہیں۔ قرآن مجید کا تصور یہ ہے کہ دوزخ وقتی ذریعہ اصلاح ہے دائمی نہیں۔ اس مضمون کو سورۃ ہود کی جنت اور دوزخ کے بارہ میں دو آیات میں الفاظ کی تبدیلی کے ذریعہ بھی ظاہر کیا گیا ہے جس کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خوب کھول کر بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ (ہمیں) یہ تعلیم... دیتا ہے کہ کفار ایک مدّت دراز تک عذاب میں رہ کر آخر وہ خدا تعالیٰ کے رحم سے حصّہ لیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی ہے یَأْتِیْ عَلٰی جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْهَا اَحَدٌ وَنَسِیْمُ الصَّبَا تُحَرِّكُ اَبْوَابَهَا۔ یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی بھی نہیں ہو گا اور نسیم صبا اس کے کواڑ ہلائے گی۔ اسی کے مطابق قرآن شریف میں یہ آیت ہے اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ (ہود: 108) یعنی دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے لیکن جب خدا چاہے گا تو ان کو دوزخ سے مخلصی دے گا کیونکہ تیرا رب جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ یہ تعلیم خدا تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کے مطابق ہے کیونکہ اس کی صفات جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی اور وہی زخمی کرتا ہے اور وہی پھر مرہم لگاتا ہے اور یہ بات نہایت نامعقول اور خدائے عزّوجلّ کے صفاتِ کاملہ کے برخلاف ہے کہ دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہمیشہ اس کے صفاتِ قہریہ ہی جلوہ گر ہوتی رہیں اور کبھی صفت رحم اور عفو کی جوش نہ مارے۔ اور صفات کرم اور رحم کے ہمیشہ کے لئے معطّل کی طرح رہیں بلکہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت دراز تک جس کو انسانی کمزوری کے مناسب حال استعارہ کے رنگ میں ابد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے دوزخی دوزخ میں رہیں گے۔ اور پھر صفت رحم اور کرم تجلّی فرمائے گی اور خدا اپنا ہاتھ دوزخ میں ڈالے گا اور جس قدر خدا کی مٹھی میں آجائیں گے سب دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ پس اس حدیث میں بھی آخر کار سب کی نجات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خدا کی مٹھی خدا کی طرح غیر محدود ہے جس سے کوئی بھی باہر نہیں رہ سکتا۔

یادرہے کہ جس طرح ستارے ہمیشہ نوبت بہ نوبت طلوع کرتے رہتے ہیں اسی طرح خدا کے صفات بھی طلوع

کرتے رہتے ہیں۔ کبھی انسان خدا کے صفاتِ جلالیہ اور استغناء ذاتی کے پرتوہ کے نیچے ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا پرتوہ اس پر پڑتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۔(الرحمٰن:30) پس یہ سخت نادانی کا خیال ہے کہ ایسا گمان کیا جائے کہ بعد اس کے کہ مجرم لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے پھر صفاتِ کرم اور رحم ہمیشہ کے لئے معطّل ہو جائیں گی اور کبھی ان کی تجلّی نہیں ہوگی۔ کیونکہ صفاتِ الٰہیہ کا تعطّل ممتنع ہے بلکہ حقیقی صفت خدا تعالیٰ کی محبت اور رحم ہے اور وہی اُمّ الصّفات ہے اور وہی کبھی انسانی اصلاح کے لئے صفات جلالیہ اور غضبیہ کے رنگ میں جوش مارتی ہے اور جب اصلاح ہو جاتی ہے تو محبت اپنے رنگ میں ظاہر ہو جاتی ہے اور پھر بطور موہبت ہمیشہ کے لئے رہتی ہے۔ خدا ایک چڑچڑہ انسان کی طرح نہیں ہے جو خواہ نخواہ عذاب دینے کا شائق ہو۔ اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں۔ اس کی محبت میں تمام نجات اور اس کو چھوڑنے میں تمام عذاب ہے۔''

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد20 صفحہ 368 تا370)

''یہ بات فی نفسہٖ غیر معقول ہے کہ انسان کو ایسی ابدی سزا دی جائے کہ جیسا خدا ہمیشہ کے لئے ہے ایسا ہی خدا کی ابدیت کے موافق ہمیشہ دوزخی دوزخ میں رہیں۔ آخر ان کے قصوروں میں خدا کا بھی دخل ہے کیونکہ اسی نے ایسی قوتیں پیدا کیں جو کمزور تھیں۔ پس دوزخیوں کا حق ہے جو اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاویں جو ان کی فطرت کو خدا کی طرف سے ملی ہے۔''

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد20 صفحہ 369،368 حاشیہ)

''گناہ کی سزا ہوگی اور عذاب ہوگا مگر یہ ابدیّت وہ نہیں جس طرح خدائی ابدیّت ہے۔ ایک خاص وقت تک جہنم میں رکھ کر اصلاح ہو جانے پر رہائی ہو جاوے گی۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر خدا کے کلام سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں بہشت کا ذکر ہے وہاں عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔(ہود:109) کا لفظ ہے اور جہاں جہنم کا ذکر ہے وہاں یہ فرمایا کہ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۔(ہود:108) ان آیات میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بہشتیوں کو خوف نہیں دلایا گیا مگر دوزخیوں کو مخلصی کی امید ضرور دلائی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر بہشت کے متعلق عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔ کا نہ ہوتا تو بہشت والوں کو بھی کھٹکا ہی رہتا مگر خدا نے عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔ کا لفظ بڑھا کر وہ کھٹکا ہی مٹا دیا کہ یہ خدا کی عطا ہے وہ واپس نہیں لی جاتی اور اس کی نسبت ہم نے ایک اور حدیث بھی دیکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ يَأْتِي عَلٰی جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَيْسَ فِيْهَا اَحَدٌ وَنَسِيْمُ الصَّبَا تُحَرِّكُ اَبْوَابَهَا ۔'' (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد 10 صفحہ 305 ایڈیشن 2022ء)

”ہمارا یہ مذہب ہر گز نہیں ہے کہ گناہگاروں کو ایسی سزا ابدی ملے گی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہو گی بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم گناہگاروں کو بچالے گا اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ۔ (ہود:108) فرمایا ہے۔“

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 233 ایڈیشن 2022ء)

”میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹادے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ۔ (ہود:108) ہے۔“

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد 8 صفحہ 95 ایڈیشن 2022ء)

”کافر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے لیکن اگر تیرا رب چاہے کیونکہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اس کے کرنے پر وہ قادر ہے لیکن بہشتیوں کے لئے ایسا نہیں فرمایا کیونکہ وہ وعدہ ہے وعید نہیں ہے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 196)

”قرآن شریف میں کفار اور مشرکین کی سزا کے لئے بار بار ابدی جہنم کا ذکر ہے اور بار بار فرمایا ہے خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا۔ (النساء:58) اور پھر باوجود اس کے قرآن شریف میں دوزخیوں کے حق میں اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ۔ (ہود:108) بھی موجود ہے اور حدیث میں یَأْتِی عَلٰی جَھَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ وَ نَسِیْمُ الصَّبَا تُحَرِّکُ اَبْوَابَھَا۔ یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی بھی نہ ہو گا اور نسیمِ صبا اس کے کواڑوں کو ہلائے گی اور بعض کتب میں زبان پارسی میں یہ حدیث لکھی ہے۔ ایں مشت خاک را گر نہ بخشم چہ کنم۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 196 حاشیہ)

”سعید لوگ مرنے کے بعد بہشت میں داخل کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین ہے اور اگر یہ آسمان اور زمین بدلائے بھی جائیں جیسا کہ قیامت کے آنے کے وقت ہو گا تب بھی سعید لوگ بہشت سے باہر نہیں ہو سکتے اور نہ ان چیزوں کے فساد سے بہشت میں کچھ فساد ہو سکتا ہے کیونکہ بہشت ان کے لئے ایک ایسی عطا ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے محروم نہیں رہ سکتے۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 280، 281)

” عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ۔ (ہود:109) .... وہ بخشش جس کا کبھی انقطاع نہیں۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 610 حاشیہ)

”یہ وہ عطاء ہے جو واپس نہیں لی جائے گی۔“

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 31 حاشیہ)

”بہشت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔(ہود:109) یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کا انقطاع نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہشت کے درمیان بھی مومنوں کو کھٹکا رہتا کہ کہیں نکالے نہ جاویں لیکن بر خلاف اس کے دوزخ کے متعلق ایسا نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ سب دوزخ سے نکل چکے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ آخر انسان خدا کی مخلوق ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دور کر دے گا اور اس کو رفتہ رفتہ دوزخ کے عذاب سے نجات بخشے گا۔“

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد10 صفحہ163 ایڈیشن2022ء)

(11) قرآنی حسن ترتیب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک مادی چیز جس سے کسی معنوی بات کو تشبیہ دی جارہی ہو اس کے اجزاء کو اس لطیف چیز کے اجزاء سے مشابہت کے مضمون کو بیان فرماتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس قسم کی ایک قرآنی مشابہت کو لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

”پاک کلمات پاک درختوں سے مشابہت رکھتے ہیں جن کی جڑھ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان میں اور ہمیشہ اور ہر وقت تروتازہ پھل دیتے ہیں۔“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ158)

”اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ۝۲۵ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔(ابراہیم:25، 26) یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ وہ بات پاکیزہ درخت پاکیزہ کی مانند ہے جس کی جڑھ ثابت ہو اور جس کی شاخیں آسمان میں ہوں اور وہ ہر وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ سے مراد یہ ہے کہ اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور محقق ہوں اور یقین کامل کے درجہ تک پہنچے ہوئے ہوں اور ہر وقت اپنا پھل دیتا رہے کسی وقت خشک درخت کی طرح نہ ہو۔“

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد8 صفحہ99، 100 ایڈیشن2022ء)

”یعنی وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط تفریط اور نقص اور خلل اور کذب اور ہزل سے پاک اور من کل الوجوہ کامل ہو۔ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو۔ جس کی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں اور اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہو۔ اور کوئی وقت اس پر نہیں آتا کہ اس کی شاخوں میں پھل نہ ہوں۔ اس بیان میں خدائے تعالیٰ نے ایمانی کلمہ کو ہمیشہ پھل دار درخت سے مشابہت دے کر تین علامتیں اس کی بیان فرمائیں۔

(1) اوّل یہ کہ جڑھ اس کی جو اصل مفہوم سے مراد ہے انسان کے دل کی زمین میں ثابت ہو یعنی انسانی فطرت اور انسانی کانشنس نے اس کی حقانیت اور اصلیت کو قبول کر لیا ہو۔

(2) دوسری علامت یہ کہ اس کلمہ کی شاخیں آسمان میں ہوں یعنی معقولیت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور آسمانی قانون قدرت جو خدا کا فعل ہے اس فعل کے مطابق ہو۔ مطلب یہ کہ اس کی صحت اور اصلیت کے دلائل قانون قدرت سے مستنبط ہو سکتے ہوں اور نیز یہ کہ وہ دلائل ایسے اعلیٰ ہوں کہ گویا آسمان میں ہیں جن تک اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

(3) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ پھل جو کھانے کے لائق ہے دائمی اور غیر منقطع ہو۔ یعنی عملی مزاولت کے بعد اس کی برکات و تاثیرات ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مشہود اور محسوس ہوتی ہوں۔ یہ نہیں کہ کسی خاص زمانہ تک ظاہر ہو کر پھر آگے بند ہو جائیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد10 صفحہ 391)

"کیا تو نے نہیں دیکھا کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ بات پاکیزہ درخت پاکیزہ کی مانند ہے جس کی جڑ ثابت ہو اور شاخیں اس کی آسمان میں ہوں اور وہ ہر ایک وقت اپنا پھل اپنی پروردگار کے حکم سے دیتا ہو اور یہ مثالیں اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تا لوگ ان کو یاد کر لیں اور نصیحت پکڑ لیں اور ناپاک کلمہ کی مثال اس ناپاک درخت کی ہے جو زمین پر سے اُکھڑا ہوا ہے اور اس کو قرار و ثبات نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ مومنوں کو قول ثابت کے ساتھ یعنی جو قول ثابت شدہ اور مدلّل ہے اس دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم کرتا ہے اور جو لوگ ظلم اختیار کرتے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے یعنی ظالم خدا تعالیٰ سے ہدایت کی مدد نہیں پاتا جب تک ہدایت کا طالب نہ ہو۔

اب دیکھئے کہ ڈپٹی صاحب موصوف نے آیت اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ کی تشریح میں صرف اتنا فرمایا تھا کہ یہ غالباً امور معاشرت کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ڈپٹی صاحب موصوف اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ کسی آیت کے وہ معنے کرنے چاہئے کہ الہامی کتاب آپ کرے اور الہامی کتاب کی شرح دوسری شرحوں پر مقدم ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان آیات میں کلام پاک اور مقدس کا کمال تین باتوں پر موقوف قرار دیتا ہے۔ **اوّل** یہ کہ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ یعنی اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور محقق ہوں اور فی حدِّ ذاتہٖ یقین کامل کے درجہ پر پہنچے ہوئے ہوں اور فطرت انسانی اس کو قبول کرے کیونکہ ارض کے لفظ سے اس جگہ فطرت انسانی مراد ہے جیسا کہ من فوق الارض کا لفظ صاف بیان کر رہا ہے... خلاصہ یہ کہ اصول ایمانیہ ایسے چاہئیں کہ ثابت شدہ اور انسانی فطرت کے موافق ہوں۔ پھر **دوسری نشانی** کمال کی یہ فرماتا ہے کہ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ یعنی اس کی شاخیں آسمان پر ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں یعنی صحیفہ قدرت کو غور کی نگاہ سے مطالعہ کریں تو اس کی صداقت ان پر کھل جائے۔ اور دوسری یہ کہ وہ تعلیم یعنی فروعات اس تعلیم کے جیسے اعمال کا بیان۔ احکام کا بیان۔ اخلاق کا بیان یہ کمال درجہ پر پہنچے ہوئے ہوں جس پر کوئی زیادہ متصور نہ ہو۔ جیسا کہ ایک چیز جب زمین سے شروع ہو کر آسمان تک پہنچ جائے تو اس پر کوئی زیادہ متصور نہیں۔

پھر **تیسری نشانی** کمال کی یہ فرمائی کہ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ہر ایک وقت اور ہمیشہ کے لئے وہ اپنا پھل دیتا رہے ایسا نہ ہو کہ کسی وقت خشک درخت کی طرح ہو جاوے جو پھل پھول سے بالکل خالی ہے۔ اب صاحبو دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمودہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ کی تشریح آپ ہی فرما دی کہ اس میں تین نشانیوں کا ہونا از بس ضروری ہے۔ سو جیسا کہ اس نے یہ تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں اسی طرح پر اس نے ان کو ثابت کر کے بھی دکھلا دیا ہے اور اصول ایمانیہ جو پہلی نشانی ہے جس سے مراد کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اس کو اس قدر بسط سے قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اگر میں تمام دلائل لکھوں تو پھر چند جزو میں بھی ختم نہ ہوں گے مگر تھوڑا سا ان میں سے بطور نمونہ کے ذیل میں لکھتا ہوں جیسا کہ ایک جگہ یعنی سیپارہ دوسرے سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ (البقرہ: 165)

یعنی تحقیق آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے اختلاف اور ان کشتیوں کے چلنے میں جو دریا میں لوگوں کے نفع کے لئے چلتی ہیں اور جو کچھ خدا نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اور زمین میں ہر ایک قسم کے جانور بکھیر دیئے اور ہواؤں کو پھیرا اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں مسخر کیا۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید اور اس کے الہام اور اس کے مدبّر بالارادہ ہونے پر نشانات ہیں۔

اب دیکھئے اس آیت میں اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے اس اصول ایمانی پر کیسا استدلال اپنے اس قانون قدرت سے کیا یعنی اپنی ان مصنوعات سے جو زمین و آسمان میں پائی جاتی ہیں جن کے دیکھنے سے مطابق منشاء اس آیت کریمہ کے صاف صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بیشک اس عالم کا ایک صانع قدیم اور کامل اور وحدہٗ لاشریک اور مدبر بالارادہ اور اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجنے والا ہے وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی تمام یہ مصنوعات اور یہ سلسلہ نظام عالم کا جو ہماری نظر کے سامنے موجود ہے۔ یہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ یہ عالم خود بخود نہیں بلکہ اس کا ایک موجد اور صانع ہے جس کے لئے یہ ضروری صفات ہیں کہ وہ رحمان بھی ہو اور رحیم بھی ہو اور قادر مطلق بھی ہو اور واحد لاشریک بھی ہو اور ازلی ابدی بھی ہو اور مدّبر بالارادہ بھی ہو اور مستجمع جمیع صفات کاملہ بھی ہو اور وحی کو نازل کرنے والا بھی ہو۔

دوسری نشانی یعنی فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ جس کے معنے یہ ہیں کہ آسمان تک اس کی شاخیں پہنچی ہوئی ہیں اور آسمان پر نظر ڈالنے والے یعنی قانون قدرت کے مشاہدہ کرنے والے اس کو دیکھ سکیں اور نیز وہ انتہائی درجہ کی تعلیم ثابت ہو۔ اس کے ثبوت کا ایک حصہ تو اسی آیت موصوفہ بالا سے پیدا ہوتا ہے کس لئے کہ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے مثلاً قرآن

کریم میں یہ تعلیم بیان فرمائی ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۳﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ (الفاتحہ:2تا4)
جس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ تمام عالموں کا رب ہے یعنی علۃ العلل ہر ایک ربوبیت کا وہی ہے۔ دوسری یہ کہ وہ رحمان بھی ہے یعنی بغیر ضرورت کسی عمل کے اپنی طرف سے طرح طرح کے آلاء اور نعماء شامل حال اپنی مخلوق کے رکھتا ہے اور رحیم بھی ہے کہ اعمال صالحہ کے بجالانے والوں کا مددگار ہوتا ہے اور ان کے مقاصد کو کمال تک پہنچاتا ہے اور مالک یوم الدین بھی ہے کہ ہر ایک جزا سزا اس کے ہاتھ میں ہے جس طرح پر چاہے اپنے بندہ سے معاملہ کرے۔ چاہے تو اس کو ایک عمل بد کے عوض میں وہ سزا دیوے جو اس عمل بد کے مناسب حال ہے اور چاہے تو اس کے لئے مغفرت کے سامان میسّر کرے اور یہ تمام امور اللہ جلّ شانہٗ کے اس نظام کو دیکھ کر صاف ثابت ہوتے ہیں۔

پھر **تیسری نشانی** جو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍ یعنی کامل کتاب کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ جس پھل کا وہ وعدہ کرتی ہے وہ صرف وعدہ ہی وعدہ نہ ہو بلکہ وہ پھل ہمیشہ اور ہر وقت میں دیتی رہے۔ اور پھل سے مراد اللہ جلّ شانہٗ نے اپنا لقامعہ اس کے تمام لوازم کے جو برکات سماوی اور مکالمات الٰہیہ اور ہر ایک قسم کی قبولیتیں اور خوارق ہیں رکھی ہیں جیسا کہ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿ؕ۳۲﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ۔ (حٰمٓ السجدہ:31تا33) وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی یعنی اپنی بات سے نہ پھرے اور طرح طرح کے زلازل ان پر آئے مگر انہوں نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم کچھ خوف نہ کرو اور نہ کچھ حزن اور اس بہشت سے خوش ہو جس کا تم وعدہ دیئے گئے تھے یعنی اب وہ بہشت تمہیں مل گیا اور بہشتی زندگی اب شروع ہوگئی۔ کس طرح شروع ہوگئی نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ الخ اس طرح کہ ہم تمہارے متولّی اور متکفل ہوگئے اس دنیا میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اس بہشتی زندگی میں جو کچھ تم مانگو وہی موجود ہے یہ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ کی طرف سے مہمانی ہے۔ مہمانی کے لفظ سے اس پھل کی طرف اشارہ کیا ہے جو آیت تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍ۔ (ابراہیم:26) میں فرمایا گیا تھا۔ اور آیت فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ۔ (ابراہیم:25) کے متعلق ایک بات ذکر کرنے سے رہ گئی کہ کمال اس تعلیم کا باعتبار اس کے انتہائی درجہ ترقی کے کیونکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن شریف سے پہلے جس قدر تعلیمیں آئیں درحقیقت وہ ایک قانون مختص القوم یا مختلف الزمان کی طرح تھیں اور عام افادہ کی قوت ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن قرآن کریم تمام قوموں اور تمام زمانوں کی تعلیم اور تکمیل کے لئے آیا ہے مثلاً نظیر کے طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم بڑا زور سزا دہی اور انتقام میں پایا جاتا ہے جیسا کہ دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ کے فقروں سے معلوم ہوتا ہے۔ اور

حضرت مسیحؑ کی تعلیم میں بڑا زور عفو اور درگذر پر پایا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دونوں تعلیمیں ناقص ہیں نہ ہمیشہ انتقام سے کام چلتا ہے اور نہ ہمیشہ عفو سے بلکہ اپنے اپنے موقعہ پر نرمی اور درشتی کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ (الشوریٰ: 41) یعنی اصل بات تو یہ ہے کہ بدی کا عوض تو اسی قدر بدی ہے جو پہنچ گئی ہے لیکن جو شخص عفو کرے اور عفو کا نتیجہ کوئی اصلاح ہو نہ کہ کوئی فساد۔ یعنی عفو اپنے محل پر ہو نہ غیر محل پر۔ پس اجر اس کا اللہ پر ہے یعنی یہ نہایت احسن طریق ہے۔

اب دیکھئے اس سے بہتر اور کونسی تعلیم ہو گی کہ عفو کو عفو کی جگہ اور انتقام کو انتقام کی جگہ رکھا اور پھر فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى ۔ (النحل: 91) یعنی اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ تم عدل کرو اور عدل سے بڑھ کر یہ ہے کہ باوجود رعایت عدل کے احسان کرو اور احسان سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم ایسے طور سے لوگوں سے مروت کرو کہ جیسے کہ گویا وہ تمہارے پیارے اور ذوالقربیٰ ہیں۔ اب سوچنا چاہیے کہ مراتب تین ہی ہیں۔ اوّل انسان عدل کرتا ہے یعنی حق کے مقابل حق کی درخواست کرتا ہے۔ پھر اگر اس سے بڑھے تو مرتبہ احسان ہے۔ اور اگر اس سے بڑھے تو احسان کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور ایسی محبت سے لوگوں کی ہمدردی کرتا ہے جیسے ماں اپنے بچہ کی ہمدردی کرتی ہے یعنی ایک طبعی جوش سے نہ کہ احسان کے ارادہ سے۔“

(جنگ مقدس روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 123 تا 127)

”کلمہ طیّبہ درخت کی مثال ہے۔ اب اس جگہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا کہ وہ ایمان جو ہے وہ بطور تخم اور شجر کے ہے اور اعمال جو ہیں وہ آبپاشی کی بجائے ہیں۔ قرآن شریف میں کسان کی مثال ہے کہ جیسا وہ زمین میں تخم ریزی کرتا ہے ویسا ہی یہ ایمان کی تخم ریزی ہے۔ وہاں آبپاشی ہے یہاں اعمال۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ ایمان بغیر اعمال کے ایسا ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے۔ جو درخت لگایا جاتا ہے اگر مالک اس کی آبپاشی کی طرف توجہ نہ کرے تو ایک دن خشک ہو جائے گا اسی طرح ایمان کا حال ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا۔ (العنکبوت: 70) یعنی تم ہلکے ہلکے کام پر نہ رہو بلکہ اس راہ میں بڑے بڑے مجاہدات کی ضرورت ہے۔“

(البدر جلد 7 نمبر 25 مؤرخہ 25 جون 1908ء صفحہ 5 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 2 صفحہ 758)

”کلمات قرآن کے اس درخت کی مانند ہیں جس کی جڑھ ثابت ہو اور شاخیں اس کی آسمان میں ہوں اور وہ ہمیشہ اپنے وقت پر اپنا پھل دیتا ہے یعنی انسان کی سلیم فطرت اس کو قبول کرتی ہے اور آسمان میں شاخوں کے ہونے سے یہ مراد ہے کہ بڑے بڑے معارف پر مشتمل ہے جو قانون قدرت کے موافق ہیں اور ہمیشہ پھل دینے سے یہ مراد ہے کہ دائمی طور پر روحانی تاثیرات اپنے اندر رکھتا ہے۔“ (کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 53)

”پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے پس جیسا کہ کوئی عمدہ اور شریف درخت بغیر پانی کے نشوونما نہیں کرسکتا اسی طرح راستباز انسان کے کلمات طیبہ جو اس کے منہ سے نکلتے ہیں اپنی پوری سرسبزی دکھلا نہیں سکتے اور نہ نشوونما کرسکتے ہیں جب تک وہ پاک چشمہ ان کی جڑھوں کو استغفار کے نالے میں بہہ کر تَر نہ کرے۔ سو انسان کی روحانی زندگی استغفار سے ہے جس کے نالے میں ہوکر حقیقی چشمہ انسانیت کی جڑھوں تک پہنچتا ہے اور خشک ہونے اور مرنے سے بچالیتا ہے۔“

(نورالقرآن نمبر 1، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 357، 358)

(12) قرآن شریف میں اپنے محفوظ رہنے کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ چار اہم ذرائع سے پوری ہوتی چلی جارہی ہے، ان چار ذرائع کی تشریح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:

”قرآن شریف میں یہ وعدہ تھا کہ خدا تعالیٰ فتنوں اور خطرات کے وقت میں دین اسلام کی حفاظت کرے گا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (الحجر:10) سو خدا تعالیٰ نے بموجب اس وعدہ کے چار قسم کی حفاظت اپنی کلام کی کی۔ اوّل حافظوں کے ذریعہ سے اُس کے الفاظ اور ترتیب کو محفوظ رکھا۔ اور ہر ایک صدی میں لاکھوں ایسے انسان پیدا کئے جو اُس کی پاک کلام کو اپنے سینوں میں حفظ رکھتے ہیں۔ ایسا حفظ کہ اگر ایک لفظ پوچھا جائے تو اس کا اگلا پچھلا سب بتا سکتے ہیں۔ اور اس طرح پر قرآن کو تحریف لفظی سے ہر ایک زمانہ میں بچایا۔ دوسرے ایسے ائمہ اور اکابر کے ذریعہ سے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطا ہوا ہے جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیثِ نبویہؐ کی مدد سے تفسیر کرکے خدا کی پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر ایک زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔ تیسرے متکلّمین کے ذریعہ سے جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو عقل کے ساتھ تطبیق دے کر خدا کی پاک کلام کو کوتہ اندیش فلسفیوں کے استخفاف سے بچایا ہے۔ چوتھے رُوحانی انعام پانے والوں کے ذریعہ سے جنہوں نے خدا کی پاک کلام کو ہر ایک زمانہ میں معجزات اور معارف کے منکروں کے حملہ سے بچایا ہے۔

سو یہ پیشگوئی کسی نہ کسی پہلو کی وجہ سے ہر ایک زمانہ میں پوری ہوتی رہی ہے اور جس زمانہ میں کسی پہلو پر مخالفوں کی طرف سے زیادہ زور دیا گیا تھا اُسی کے مطابق خدا تعالیٰ کی غیرت اور حمایت نے مدافعت کرنے والا پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ ایک ایسا زمانہ تھا جس میں مخالفوں نے ہر چہار پہلو کے رُو سے حملہ کیا تھا۔ اور یہ ایک سخت طوفان کے دن تھے کہ جب سے قرآن شریف کی دنیا میں اشاعت ہوئی ایسے خطرناک دن اسلام نے کبھی نہیں دیکھے بدبخت اندھوں نے قرآن شریف کی لفظی صحت پر بھی حملہ کیا اور غلط ترجمے اور تفسیریں شائع کیں۔ بہتیرے عیسائیوں اور بعض نیچریوں اور کم فہم مسلمانوں نے تفسیروں اور ترجموں کے بہانہ سے تحریف معنوی کا ارادہ کیا۔ اور بہتوں نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن اکثر جگہ میں علومِ عقلیہ اور مسائلِ مسلّمہ مثبتہ طبعی اور ہیئت کے مخالف

ہے اور نیز یہ کہ بہت سے دعاوی اس کے عقلی تحقیقاتوں کے برعکس ہیں اور نیز یہ کہ اس کی تعلیم جبر اور ظلم اور بے اعتدالی اور ناانصافی کے طریقوں کو سکھاتی ہے۔ اور نیز یہ کہ بہت سی باتیں اس کی صفاتِ الٰہیہ کے مخالف اور قانون قدرت اور صحیفۂ فطرت کے منافی ہیں۔ اور بہتوں نے پادریوں اور آریوں میں سے ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اور قرآن کریم کے نشانوں اور پیشگوئیوں سے نہایت درجہ کے اصرار سے انکار کیا اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام اور دین اسلام اور ہمارے نبی ﷺ کی ایک ایسی صورت کھینچ کر دکھلائی اور اس قدر افترا سے کام لیا جس سے ہر ایک حق کا طالب خواہ نخواہ نفرت کرے۔ لہٰذا اب یہ زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ جو طبعاً چاہتا تھا کہ جیسا کہ مخالفوں کے فتنہ کا سیلاب بڑے زور سے چاروں پہلوؤں پر حملہ کرنے کے لئے اُٹھا ہے ایسا ہی مدافعت بھی چاروں پہلوؤں کے لحاظ سے ہو۔ اور اس عرصہ میں چودھویں صدی کا آغاز بھی ہو گیا۔ اِس لئے خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے وعدہ کے موافق جو اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (الحجر:10) ہے اس فتنہ کی اصلاح کے لئے ایک مجدّد بھیجا۔ مگر چونکہ ہر ایک مجدّد کا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک خاص نام ہے اور جیسا کہ ایک شخص جب ایک کتاب تالیف کرتا ہے تو اس کے مضامین کے مناسب حال اس کتاب کا نام رکھ دیتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اس مجدد کا نام خدماتِ مفوّضہ کے مناسب حال مسیح رکھا۔ کیونکہ یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ آخر الزمان کے صلیبی فتنوں کی مسیح اصلاح کرے گا۔ پس جس شخص کو یہ اصلاح سپرد ہوئی ضرور تھا کہ اس کا نام مسیح موعود رکھا جائے۔ پس سوچو کہ یَکۡسِرُ الصَّلِیۡبَ کی خدمت کس کو سپرد ہے؟ اور کیا اب یہ وہی زمانہ ہے یا کوئی اور ہے؟ سوچو خدا تمہیں تھام لے۔“

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 290-288)

(جاری ہے)



حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح پر 79 کے قریب لکھی جانے والی کتب کا تعارف

قسط اول

(اے۔ ولیم)

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔(سورۃ القلم:5-2)

قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کی نعمت کے طفیل مجنون نہیں ہے۔ اور یقیناً تیرے لئے ایک لامتناہی اجر ہے۔ اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

وَلَانُبۡقِیۡ لَکَ مِنَ الۡمُخۡزِیَاتِ ذِکۡرًا [الہام الٰہی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ] (براہین احمدیہ حصہ پنجم رخ جلد 12 ص 09 تذکرہ ص 254، ایڈیشن چہارم 4002ء) اور ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی باقی نہیں چھوڑیں گے جو موجبِ رسوائی اور طعن و تشنیع ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و سوانح پر تحریر و تقریر کا کام تو آپؑ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ اپنوں نے تو اس بدرِ منیر کے حسن کے قصوں کا بیان شروع کر ہی دیا تھا، بیگانے بھی اس کے حسن کے چرچے سن کر چودھویں کے اس چاند کو دیکھنے کے لئے قادیان آنا شروع ہو گئے تھے۔ دشمن اور مخالفین بھی حسد کی آگ میں جلنے لگے اور انہیں بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ خدا کے اس فرستادے کی سوانح کا ذکر کریں خواہ مخالفانہ نکتہ نظر سے ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ جہاں ایک طرف 1900ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حینِ حیات میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے آپؑ کی سیرت کے متعلق الحکم میں مکتوبات کی شکل

میں تفصیلی مضمون لکھے جو اسی سال کتابی صورت میں بھی شائع ہو گئے تو دوسری طرف 1902ء میں ایک عیسائی مشنری گرسوولڈ[1] نے بھی قادیان آکر حضرت اقدسؑ سے ملاقات کی اور واپس جا کر ایک مخالفانہ کتاب لکھی۔ جس میں آپؑ کی سوانح اور آپؑ کے دعاوی کا تذکرہ بھی کیا۔ تب سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور اب ایک صدی گزر گئی دنیا کے کونے کونے میں کہیں نہ کہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح یا سیرت و کردار پر لکھنے والے لکھتے رہے اور لکھ رہے ہیں اور لکھتے چلے جائیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ سینکڑوں جلدوں پر مبنی ایک ایک تصنیف ہو گی اور تحقیق کرنے والے تحقیقات کے سمندر میں گم ہو کر آپؑ کی سوانح اور سیرت کے موتی تلاش کرتے چلے جائیں گے اور ہزاروں صفحات پر لکھنے کے باوجود ان کا دل گواہی دے گا کہ:

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالمِ نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا[2]

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ رنگین برنگ تجلّیٔ الوہیت ہوا کرتے ہیں۔ یہ اس خدائے اَحد و صمد کے مظہر ہوا کرتے ہیں کہ جس کی شیون و صفات کے بحر زخار موجیں مار رہے ہوتے ہیں۔ ایسے سمندر کہ جن کے ساحلوں پر لکھا ہوا ہوتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف:110) کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں۔ خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

اور کہیں اس کو یہ صدا سنائی دے گی وَ لَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمان:28) کہ اے لکھنے والے اگر زمین بھر پر موجود تمام کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس ایک سمندر کے ختم ہونے پر مزید سات سمندروں کی سیاہی بھی شامل ہو جائے تو بھی اس کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

یہ ہستیاں، یہ لوگ، اس خدا کی صفات کے مظہر ہوا کرتے ہیں دیکھنے والے نہ ان ہستیوں کو پوری طرح دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں، ان کے حسن کو، ان کے جمال کو، ان کے اخلاق کو، ان کے شمائل کو، ان کی صفات کو، انکی سیرت کو بیان کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں لیکن بیان کرتے ہوئے ان کی صفات کا انکی سیرت کا احاطہ کبھی نہیں

1۔ The Rev. Hervey Derwitt Grisworld, 1860-1945

2 احمد ندیم قاسمی۔

کر سکتے اور نہ ہی کر سکیں گے۔ لکھتے لکھتے دفتروں کے دفتر لکھ ڈالیں تو بھی ہر لکھنے والا اپنی تصنیف کی آخری جلد کے آخری صفحہ پر بے اختیار غالب کی زبان سے یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

(دیوان غالب ص312، مجلس ترقی اُردو ادب لاہور)

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لکھنے والے عمومی طور پر دو گروہ ہیں۔ ایک وہ خوش بخت و خوش نصیب کہ جنہوں نے آپؑ کے اخلاق فاضلہ اور سیرت پر کچھ لکھا۔

ان کے لکھنے والے بعض تو وہ خوش نصیب مصنفین بھی ہیں جنہوں نے خدا کے اس فرستادے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا اس کی صحبت میں رہے اور سالوں تک رہے۔ اور علم و عمل کے عرفان و ایمان کے لعل و جواہر سے اپنی جھولیاں بھرتے رہے۔ گو کہ بھرپور لکھنے والوں میں سے ایسے مصنفین کی تعداد گو اتنی زیادہ نہیں لیکن بہت اہم ہے۔ ان میں سے نمایاں ترین نام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ہے جن کی اس عنوان پر باقاعدہ تصنیف کے ساتھ ساتھ دوسری تحریرات و خطابات اور مضامین میں بہت سا مواد موجود ہے۔ پھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ہیں جن کی سیرت المہدی اور دیگر تصنیفات ہیں، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی تقاریر، حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور پھر باقاعدہ تصنیف میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ ہیں جن کی کتب سیرت و سوانح سے کوئی بھی مؤرخ اور مصنف بے نیازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ الغرض ایک طویل فہرست ہے جس کا قدرے تفصیلی ذکر آپ ابھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

اور ایک گروہ ان بدنصیب لوگوں کا ہے کہ جنہوں نے اپنے تیرہ بختی کی سیاہی لے کر خدا کے اس مامور و مرسل کی مخالفت میں کچھ لکھا لکھنے میں ایک دیانت دار مصنف کا حق ادا نہ کرتے ہوئے غلط سلط معلومات فراہم کرتے ہوئے عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہا۔ ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر زیر نظر مضمون میں کیا جائے گا۔ البتہ ان مخالفین کی کتب میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کے ''کنول کے پھول'' ہمیں مل سکتے ہیں۔

اصل میں بات یہ ہے کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ جن لوگوں کو ماموریت کی خلعت سے سرفراز کرتا ہے وہ حسن و احسان اور تہذیب و اخلاق کے روشن میناروں کی طرح ہوا کرتے ہیں۔ اپنی قوم اور معاشرے کی آنکھوں کا تارا ہوا

کرتے ہیں۔ان کی امید ہوا کرتے ہیں۔ قوم کے ہر فرد کی زبان پر قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا مَرۡجُوًّا[1] کا ورد ہوا کرتا ہے۔

اور یہ بھی تاریخ مذاہب کی ایک اٹل اور ناقابل تردید تلخ حقیقت ہے کہ ایسے ہی وجودوں نے جب یہ اعلان کیا کہ خدا ایک ہے اور میں اس کی طرف سے بھیجا گیا ہوں آؤ میری بات سنو اور میری بات مانو! تو سب سے پہلے ایسے ہی رطب اللسان لوگوں نے کہا تَبًّا لَّكَ! أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟[2] (صحیح البخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ سبا باب قولہ ان ھو الا نذیر... حدیث:4801) یہی لوگ تھے جنہوں نے تمسخر کیا، جھٹلایا، جادو گر کہا، مجنون کہا، بیمار کہا، رشوت خور کہا، دوسروں کا ایجنٹ کہا اور کافر کافر کہہ کر اپنے دین کے حلقہ سے باہر نکال دیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ باوجود ان تمام مظالم کے ان کے دل مانتے تھے کہ یہ شخص سچا ہے، سُچا ہے، خوبصورت تو ہے ہی خوبصورت اخلاق کا مالک بھی ہے۔ اور کبھی کبھی دل کی یہ سچائی ان کی زبان سے بھی بے اختیار باہر آجایا کرتی ہے۔ مکہ کا شدید ترین اور غلیظ ترین دشمن ابو جہل بھی ایک روز آپؐ کو دیکھ کر کہہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے إِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ، وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ (سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن باب و من سورۃ الانعام حدیث:3064) کہ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے تجھے جھٹلاتے نہیں بلکہ ان دعاوی کو جھٹلاتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ اپنی مجالس میں جب وہ منصوبے کرتے ہیں تو بے اختیار کہتے ہیں کہ خدا کی قسم نہ تو وہ جھوٹا ہے، نہ وہ جادو گر ہے، نہ وہ کاہن ہے۔ لوگوں کے سامنے وہ بے شک اس کے مونہہ پر تھوکنے کو تیار ہوں، اسکو مذمم کہتے ہوں لیکن ان کے دل اقرار کرتے ہیں کہ اگر کوئی چہرہ خوبصورت ہے تو یہی ہے، خوبصورتی اس کے چہرے سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے، خود حسن اس کے چہرے سے خوبصورتی مستعار لیتا ہے۔ انہیں کی مخالفانہ زبانیں کبھی بے اختیاری میں یہ سب راز کھول دیتی ہیں۔ انہیں کی تحریروں کے دلدل سے کبھی کبھی ایسے کھلتے ہوئے کنول مل جایا کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے ہی مخالفین کی لکھی ہوئی کتب و روایات کو ایک محقق یکسر نظر انداز نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا (الحجرات:7) کہ اگر کوئی فاسق فاجر بھی کوئی بات یا روایت بیان کرے تو غور کر لیا کرو...

پھر بہت سے [غیر از جماعت] راوی ایسے ہوں گے کہ جن سے ہمارا رابطہ نہ ہو سکا، نہ ہم ان کو سن سکے نہ وہ ہمیں بتا سکے۔ کوئی اتفاق ہو تو ہو اور وہ کوئی بات ہمیں بتا سکیں۔ مثال کے طور پر مجھے یاد آرہا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے ایک بزرگ، انگریزی اور فلسفہ کے ماہر محترم چوہدری محمد علی صاحب، ہم نے جامعہ احمدیہ میں ان سے انگریزی پڑھی، صدر شعبہ انگریزی اور ہائیکنگ کے انچارج بھی ہوا کرتے تھے۔ ایک روز بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ میں بس میں

1 ۔ ترجمہ: یقیناً تو ہمارے اندر امیدوں کا مرجع تھا۔

2 ۔ ترجمہ: تیرے لیے ہلاکت ہو! کیا تو نے ہمیں اس لیے اکٹھا کیا ہے۔

بیٹھا سفر کر رہا تھا میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک معمر باریش شخص بیٹھا ہوا تھا مجھے کہنے لگا تم مرزائی ہو؟ (یعنی احمدی ہو؟) میں نے کہا ہاں میں اللہ کے فضل سے احمدی ہوں۔ مجھے وہ شخص کہنے لگا کہ میں مرزائی نہیں ہوں۔ لیکن میں نے ”تہاڈے مرزے نوں ویکھیا ہویا اے اورَج کے سوہنا سی“ کہ میں نے تمہارے مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا ہوا ہے وہ بہت ہی حسین تھے۔

ایک کٹر مخالف جس نے ایک کتاب لکھی ”پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں“ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور جماعت کے خلاف جتنا جھوٹ وہ بول سکتا تھا اس نے بولتے ہوئے صفحوں کے صفحے سیاہ کئے لیکن ان سطروں کے درمیان میں سے ایک سطر اگر لی جائے تو وہ حضرت اقدسؑ کے شمائل کا اقرار نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”ان کی شخصیت پُرکشش تھی ان میں ذہین لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کی صلاحیت موجود تھی۔ جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اچھے خاصے ذہین لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیا...“ (پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں۔ ص368، از حافظ تقی الدین)

چند سال ہوئے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے مجلس انصار اللہ پاکستان کی ایک تقریب میں کچھ یادیں کچھ باتیں کے عنوان سے ایک خطاب فرمایا۔ یہ قیمتی روایات ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اکتوبر 2009ء میں اور الفضل انٹرنیشنل 31-25 مئی 2012ء شمارہ 21 جلد 19 ص 13 کالم 2،1 میں بھی شائع شدہ ہے۔ اس میں ایک واقعہ انہوں نے بیان فرمایا:

”میرے والد مرزا عزیز احمد صاحبؓ اپنی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں سیالکوٹ میں تعینات رہے۔ ان سے قبل میرے دادا حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی وہاں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں مقیم رہے... میرے والد صاحب بتاتے تھے کہ جب سیالکوٹ سے ان کی تبدیلی ہوئی تو وہاں سے روانگی کے وقت ایک آدمی جو میرا واقف بھی نہ تھا میرے پاس آیا۔ اس نے مٹی کے بنے ہوئے دو گلدان مجھے دئے اور کہنے لگا کہ یہ میں اپنی خوشنودی کے سرٹیفیکیٹ کے طور پر دے رہا ہوں۔ میں نے آپ کے دادا کو کچہری میں کام کرتے دیکھا اور پھر آپ کے والد کو اور اب آپ کو۔ اور مجھے خوشی ہے کہ جس دیانت اور محنت سے بڑے مرزا صاحب نے اپنے فرائض سرانجام دئے تھے اُسی محنت اور دیانت سے آپ کے والد اور آپ نے کام کیا ہے۔“ (الفضل انٹرنیشنل 31-25 مئی 2012ء شمارہ 21 جلد 19 ص 13)

ایک اور کتاب اس وقت خاکسار کے سامنے ہے۔ یہ مصنف بھی اپنی قلم کا سارا زور مخالفت اور تکذیب میں صرف کرتا ہوا نظر آتا ہے لیکن ایک جگہ اس میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی بابت لکھتا ہے:

”وہ اپنا وقت عبادت اور علوم دینی میں دسترس حاصل کرنے میں صرف کرتے تھے۔ چنانچہ ایسی

آراء موجود ہیں جن سے مرزا صاحب کی علوم دین میں دسترس ثابت ہوتی ہے اور ایک زمانے میں ایک عالم مرزا صاحب کے تبحر علمی کا نہ صرف قائل تھا بلکہ اس سے متاثر بھی تھا۔"

(پنجاب کی سیاسی تحریکیں" از عبداللہ ملک، ص222)

ایک اور مصنف ہیں انگریز اور پادری سخت مخالف، اور ہوتے بھی کیوں ناں، ان کا تو مصنوعی خدا اس کا سرِ صلیب کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جو ساری کی ساری تعصب اور مخالفت سے بھری ہوئی ہے یہ صاحب خود حضرت مسیح موعودؑ سے ملے بھی تھے۔ اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

The Mirza sahib is honest, but self-deceived. So far as I am able to judge, his writings everywhere have the ring of sincerity.

(Mirza Ghulam Ahmad The Mehdi Messiah of Qadian, by The Rev.H.D.Griswold,PH.D. Page: 27)

ترجمہ: مرزا صاحب ایماندار لیکن دھوکہ خوردہ ہیں۔ جہاں تک میں انہیں جانچ سکا ہوں ان کی تحریرات میں جابجا اخلاص کی جھلک نظر آتی ہے۔

اس زمانے میں شائع ہونے والے اخبارات ورسائل سے بھی آپ کی سیرت وسوانح کے لئے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ان اخبارات میں بنگلور ریاست میسور سے شائع ہونے والا اخبار منشور محمدی، امرتسر سے نکلنے والا اخبار سفیر ہند، اسی طرح اخبار وکیل ہندوستان، آفتاب پنجاب، برادر ہند لاہور، آریہ درپن، اشاعۃ السنۃ، اخبار اہلحدیث، اخبار عام، اخبار ریاض ہند، پیسہ اخبار، نور افشاں لدھیانہ، اخبار وکیل امرتسر، زمیندار، البشیر اٹاوہ، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ، صادق الاخبار، کرزن گزٹ، آریہ پتریکا اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور وغیرہ۔

قصہ مختصر کہ مخالفین کی کتب ورسائل ہر چند کہ مخالفت اور تکذیب کے زہر سے بھری ہوئی ہیں، تعصب نے فہم وفراست اور عقل وشعور کی راہیں بھی مسدود کر رکھی ہیں، بعض مصنفین تو تمسخر اور استہزاء میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ شرافت بھی کانوں کو ہاتھ لگاتی ہے ان کی کتابیں گند اور غلاظت کا ٹوکرا لگتی ہیں دل نہیں کرتا کہ ان کو پڑھا جائے لیکن پھر بھی کبھی کبھی، کہیں کہیں حق اور سچ زبان پر آ ہی جاتا ہے، نہ کہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے۔ اس لئے اگر کوئی ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسلام کے دفاع میں کارہائے نمایاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق قرآن ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عبادت وریاضت اور حسن وجمال کنول کے پھولوں کی طرح ان جگہوں پر بھی نظر آ جاتا ہے۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ جو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

صاحبزادے تھے۔ بہت سے خدائی الہامات کے مصداق، سلسلہ احمدیہ کے ایک مستند اور نامور محقق، ایک صاحب اسلوب سیرت نگار، اپنی تصنیف سیرت المہدی میں اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت وسوانح پر لکھی جانے والی کتب پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان کے علاوہ دو عیسائی امریکن پادریوں نے بھی انگریزی میں حضرت مسیح موعود کے حالات لکھے ہیں۔ یعنی (1) ڈاکٹر گرس فولڈ پروفیسر مشن کالج لاہور اور (2) مسٹر والٹر سیکرٹری ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن لاہور۔ ان میں سے ڈاکٹر گرس فولڈ خود حضرت مسیح موعودؑ سے ملا تھا۔ لیکن مسٹر والٹر نہیں ملا۔ مؤخر الذکر کی تصنیف کچھ مفصل ہے اور مقدم الذکر کی مختصر ہے۔ گو معلومات عموماً احمدیہ لٹریچر سے حاصل کی گئی ہیں مگر یہ کتابیں واقعات کی غلطی سے خالی نہیں مگر غلطی بالعموم غلط فہمی سے واقع ہوئی ہے۔ باقی استدلال و استنباط کا وہی حال ہے جو ایک عیسائی پادری سے متوقع ہو سکتا ہے یعنی کچھ تو سمجھے نہیں اور کچھ سمجھے تو اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھا۔ تعصب بھی آگ کی ایک چنگاری کی طرح ہے کہ معلومات کے خرمن کو جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ مگر خاکسار کی رائے میں تعصب کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جو واقعات کو سمجھنے اور صحیح نتائج پر پہنچنے کے رستے میں ایک بہت بڑی روک ہو جاتی ہے اور وہ اجنبیت اور غیر مذہب اور غیر قوم سے متعلق ہونا ہے جس کی وجہ سے آدمی بسا اوقات بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

ان کے علاوہ سلسلہ کے اخبارات و رسالہ جات ہیں۔ یعنی الحکم، البدر، ریویو (انگریزی و اردو) اور تشحیذ الاذہان۔ جن میں وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعودؑ کے حالات اور ڈائریاں چھپتی رہی ہیں، ان میں بھی معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔

پھر خود حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تصنیفات ہیں یعنی 90 کے قریب کتب و رسالہ جات ہیں۔ اور دو سو کے قریب اشتہارات ہیں ان میں بھی حضرت صاحب کی سیرت و سوانح کے متعلق ایک بہت بڑا حصہ آ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حصہ سب سے زیادہ معتبر اور یقینی ہے اور در حقیقت حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح کے متعلق جتنی کتب شائع ہوئی ہیں وہ سب سوائے حیات النبی کے زیادہ تر صرف حضرت صاحب کے خود اپنے بیان کردہ حالات پر ہی مشتمل ہیں۔ مگر اس ضمن میں ایک بات یاد رکھنی چاہیے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود ؑ کو بعض اوقات واقعات کی تاریخ معیّن صورت میں یاد نہیں رہتی تھی۔ در حقیقت حافظہ کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض لوگوں کا حافظہ عموماً پختہ ہوتا ہے مگر ایک خاص محدود میدان میں اچھا کام نہیں کرتا اور دراصل تاریخوں کو یاد رکھنا خصوصاً جب وہ ایسے واقعات کے متعلق ہوں جو منفرد ہیں اور سلسلہ واقعات کی کسی کڑی

میں منسلک نہیں۔ ایک ایسے شخص کیلئے خصوصاً مشکل ہوتا ہے جس کا دماغ کسی نہایت اعلیٰ کام کیلئے بنایا گیا ہو۔ درحقیقت واقعات کی تاریخوں کو یاد رکھنے کے متعلق جو حافظہ کی طاقت ہے وہ انسانی دماغ کی دوسری طاقتوں کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ طاقت ہے بلکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کی یہ طاقت تیز ہوتی ہے وہ بالعموم دماغ کے اعلیٰ طاقتوں میں فروتر ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم"(سیرت المہدی جلد 1 روایت نمبر 181)

خاکسار ان کتب و رسائل کو تلاش کرنے لگا تو خاکسار کے علم میں ابھی تک کم و بیش 79 کے قریب ایسی کتب ہیں جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و سوانح پر لکھی گئی ہیں یا ان میں حضرت اقدسؑ کی سوانح کا ذکر ہے۔ ان میں ایک قلیل تعداد ان کتب کی بھی ہے جو مخالفین نے لکھی ہیں یا مخالفانہ نکتۂ نظر سے لکھی گئی ہیں، لیکن حضرت اقدسؑ کا سوانحی تذکرہ وغیرہ ان میں موجود ہے۔ ذیل میں ان تمام کتب کی فہرست مع مختصر تعارف کے پیش خدمت ہے۔[برکت کی خاطر حضرت احمد علیہ السلام کی مبشر اولاد کی کتب کا ذکر مقدم رکھا گیا ہے۔]

1: سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے مختصر حالات زندگی]

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی

کل صفحات: 96

سوانحی تعارف:

(پیدائش: 12 جنوری 1889ء، وفات: 8-7 نومبر 1965ء کی درمیانی شب)

(دورِ خلافت: 14 مارچ 1914ء تا 8-7 نومبر 1965ء)

آپؓ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی مبشّر اولاد میں سے ہیں۔ آپؓ کی پیدائش کی خبر اس مشہور و معروف پیشگوئی میں خدا نے کئی سال پہلے دے دی تھی جو 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ شائع ہوئی۔ اکتوبر 1902ء میں آپ کی پہلی شادی حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ بنت حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ سے ہوئی۔ 1912ء میں آپؓ حج پر تشریف لے گئے اور جون 1913ء میں آپؓ نے الفضل اخبار کا اجراء فرمایا، مارچ 1914ء میں آپؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ 1944ء میں آپؓ نے دعویٰ مصلح موعود فرمایا، 1948ء میں نئے مرکز ربوہ کا قیام فرمایا۔ 52 سالہ عظیم الشان برکات کا حامل دور خلافتِ سلسلہ کی تاریخ کا ایک زریں عہد ہے۔ آپؓ کی وفات ربوہ میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہی تدفین ہوئی۔

آپ کی کتب، تقاریر و لیکچرز، خطبات، خطابات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے جس میں تفسیر کبیر، دیباچہ تفسیر

القرآن، فضائل القرآن... ہیں۔ اب ان کو انوار العلوم کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ 26 جلدیں ابھی تک شائع ہو چکی ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ خطبات محمود، خطبات نکاح وعیدین اور تفسیر کبیر اس کے علاوہ الگ جلدوں میں شائع شدہ ہیں۔

تعارف کتاب:

نومبر 1916ء میں آپؓ نے ایک مختصر سی کتاب تصنیف فرمائی اس کے دیباچہ میں آپؓ نے رقم فرمایا:

"...میں نے چاہا کہ ایک ایسا رسالہ لکھ دوں جس میں مختصر طور پر اس سلسلہ اور اسکے بانی کے حالات درج ہوں تاکہ طالبان حق کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت راہنما کا کام دے...اس مختصر ٹریکٹ میں مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالی جائے گی۔ احمدؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے حالات، اس کی سیرۃ، اس کا دعویٰ اور دلائل، اس کی مشکلات، اس کی پیشگوئیاں، اس کا کام۔ اس کے بعد اس کے قائم کردہ سلسلہ کے حالات۔"

(دیباچہ کتاب ہذا طبع اول)

حضور انور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مختصر رسالہ بکثرت شائع ہوتا رہا۔ اب فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی طرف سے شائع ہونے والی انوار العلوم کی جلد 3 کے صفحات 327 تا 380 پر بھی یہ موجود ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس تصنیف کے متعلق فرماتے ہیں:

"سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ جس میں وفات تک کے معروف و مشہور واقعات درج ہیں۔ اس میں کوئی مستقل یا مفصل تاریخی تحقیق نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف عام معروف سوانح کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اور دراصل اس کی اشاعت سے غرض بھی یہی تھی۔ اسلوب بیان اور عام طرز تحریر کے متعلق مصنف کے نام نامی سے قیاس ہو سکتا ہے۔" (سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 181)

2: AHMAD,The Messenger of the Latter Days Part1

مصنفہ: Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mahmud

کل صفحات: 83 سن اشاعت: 1924ء

پبلشرز: مینیجر بکڈپو تالیف واشاعت قادیان پنجاب انڈیا

پرنٹر: ایڈیسن پریس مونٹ روڈ مدراس انڈیا ADDISON Press Mount Road Madras

تعارف کتاب:

یہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تصنیف "سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام" کا ترجمہ ہے۔

نوٹ: اخبار الفضل قادیان 1917ء میں ایک اعلان شائع ہوا ہے جس کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک انگریزی تصنیف "احمد" کے نام سے بھی شائع ہوئی ہے۔ اعلان کا مکمل متن یہ ہے:

"سوانح عمری حضرت مسیح موعودؑ بزبان انگریزی جس کا دوسرا نام "احمد" ہے چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ یہ سوانح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنے قلم سے انگریزی خوان نوجوانوں کے فائدہ کے لئے قلمبند فرمائے ہیں۔ 68 صفحہ کا رسالہ ہے ۔۔۔۔" [الفضل قادیان دارالامان نمبر 38 جلد 5 ص 9 کالم 10، 3 نومبر 1917ء]

3: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

مصنفہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ

کل صفحات: 148

ناشر: بکڈپو تالیف واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان

تعارف کتاب:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وہ تقریر جو آپؓ نے جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1927ء کو قادیان میں فرمائی تھی وہ بعد میں دسمبر 1928ء میں بکڈپو تالیف و اشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان نے کتابی صورت میں شائع کی۔ جون 1956ء میں یہ دوسری بار الشرکۃ الاسلامیۃ ربوہ نے شائع کی اور تیسری بار حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید ربوہ نے اسے شائع فرمایا۔ اب فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی طرف سے شائع ہونے والی انوار العلوم کے سیٹ کی جلد نمبر 10 کے صفحات 109 تا 205 میں یہ کتاب موجود ہے۔ حضرت صاحبؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کارناموں میں سے چند ایک یعنی 15 کارنامے مختصر طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت، اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں لوگوں کے خیالات کی اصلاح، ملائکہ اور انبیاء کے متعلق لوگوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ، معجزات، عبادات، فقہ کی اصلاح، عورتوں کے حقوق، امن عامہ کے بارہ میں فرمایا اور آخر پر آپؓ نے فرمایا:

"اگر آپ کے سب کاموں کو تفصیل سے لکھا جائے تو ہزاروں کی تعداد سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور میرے خیال میں اگر کوئی شخص انہیں کتاب کی صورت میں جمع کر دے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا وہ منشا پورا ہو سکتا ہے جو آپ نے براہین احمدیہ میں ظاہر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اس کتاب میں اسلام کی تین سو خوبیاں بیان کی جائیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ وعدہ اپنی مختلف کتابوں کے ذریعہ پورا کر دیا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں تین سو سے بھی زائد خوبیاں بیان فرما دی ہیں۔ اور میں یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔" (کتاب ہذا ص148)

4: سیرت المہدی

i. سیرت المہدی جلد اول

مرتبہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے — کل صفحات: 276

تاریخ اشاعت: 21 دسمبر 1923ء — کل روایات: 299

ناشر: محمد فخر الدین ملتانی مہتمم احمدیہ کتاب گھر قادیان

مطبع: وزیر ہند پریس امرتسر

سوانحی تعارف:

(پیدائش: 20 اپریل 1893ء، وفات: 2 ستمبر 1963ء)

آپؓ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی مبشّر اولاد میں سے ہیں۔ آپؓ کی پیدائش سے 5 ماہ قبل حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا کہ: یَأْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ ......[1] (تذکرہ ص 168 ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ)

12 ستمبر 1902ء کو آپ کا نکاح حضرت مولوی غلام حسن خان صاحبؓ پشاوری کی صاحبزادی سرور سلطان صاحبہؓ سے ایک ہزار روپے حق مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے پڑھایا۔ بعد ازاں مئی 1906ء میں آپ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔

آپؓ نے لاہور میں 2 ستمبر 1963ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپؓ سلسلہ احمدیہ کے نامور محقق اور علوم دینیہ کے ماہر تھے۔ عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح کے دستِ راست بنے رہے۔

آپؓ کی علمی کاوشوں میں سب سے اوّل تو سیرت خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، سیرت طیّبہ، سیرت المہدی، سلسلہ احمدیہ وغیرہ شامل ہیں اس کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں علمی و تحقیقی و تربیتی مضامین شائع ہوئے۔ جن کا مجموعہ "مضامین بشیر" کے نام سے اب حال ہی میں شائع ہو چکا ہے۔

1۔ ترجمہ: نبیوں کا چاند آئے گا۔

[سیرت المہدی کا دوسرا ایڈیشن 1935ء میں دوبارہ شائع ہوا اور جلد سوم کے صفحہ 1 میں عرض حال کے عنوان کے تحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا: "اب حصہ اول کا یہی ایڈیشن مستند سمجھا جانا چاہیے۔"]

ii. سیرت المہدی جلد دوم

مرتبہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحات: 191

تاریخ اشاعت: دسمبر 1927ء ناشر: بک ڈپو تالیف واشاعت

تعارف کتاب:

کل روایات: جلد اول کی آخری روایت 299 ہے اور اسکے تسلسل میں نمبر شمار دوسری جلد میں دئے گئے ہیں لیکن دوسری جلد کی پہلی روایت کا نمبر 305 ہے اور آخری روایت کا نمبر 468 ہے۔[1] گو کہ یہ آخری نمبر یعنی 468 نمبر کوئی روایت نہیں ہے بلکہ ایک صاحب کے تصنیف سیرت المہدی پر اعتراضات کا تفصیلی جواب ہے جو آپؓ نے دیا ہے۔

iii. سیرت المہدی جلد سوم

مرتبہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحات: 308

تاریخ اشاعت: اپریل 1939ء

پبلشر: پروفیسر مولوی محمد اسماعیل صاحب مینیجر بک ڈپو تالیف واشاعت

پرنٹر: اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

تعارف کتاب:

جلد دوم کی آخری روایت 468 ہے اور اسکے تسلسل میں نمبر شمار تیسری جلد میں دئے گئے ہیں لیکن اس تیسری جلد کی پہلی روایت کا نمبر 473 ہے اور نمبروں میں یہ فرق جلد سوم صفحہ 8 پر بیان بھی ہو چکا ہے۔ آخری روایت نمبر 975 ہے۔

یہاں یہ وضاحت کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظارت اشاعت نے اب فروری 2008ء میں ان تینوں جلدوں کو ایک ہی جلد میں شائع کر دیا ہے۔ اس نئی جلد کے کل 827 صفحات ہیں۔ حصہ اول صفحہ 1 تا 276، اور

1۔ جلد اول میں کاتب کی غلطی سے روایات کے نمبر شمار درست شمار نہیں ہو سکے تھے۔ دسمبر 1942ء میں جب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو یہ نمبر درست کر دیے گئے۔ اس کے مطابق جلد اول میں 304 روایات درج ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کتاب کے شروع میں فرماتے ہیں: "روایات کے شمار میں جو غلطی واقعہ ہو گئی تھی وہ بھی درست کر دی گئی ہے۔"

روایت نمبر 304 تک ہے۔ جبکہ حصہ دوم صفحہ 277 تا 488، روایت نمبر 305 تا روایت نمبر 471 پر مشتمل ہے اور حصہ سوم صفحہ 489 تا 827 صفحات پر مشتمل ہے جو روایت نمبر 472 سے 975 تک ہے۔

iv. سیرت المہدی جلد 2 [جلد چہارم و پنجم]

تالیف: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ [نظر ثانی شدہ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان و سید عبد الحئی صاحب ناظر اشاعت]

کل صفحات: 431 (حصہ چہارم صفحہ 1 تا 184 اور روایت نمبر 976 تا 1278 جبکہ حصہ پنجم روایت نمبر 1279 سے 1595 تک ہے)

تاریخ اشاعت: مئی 2008ء پبلشر: نظارت اشاعت ربوہ

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

تعارف کتاب:

حصہ پنجم کا پیشتر حصہ صحابیاتؓ کی روایات پر مبنی ہے۔ اور یوں سیرت المہدی میں کل روایات کا مجموعہ 1595 کہا جا سکتا ہے۔

دراصل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت المہدی کے دو اور حصے، جلد چہارم و پنجم بھی روایات کی صورت میں جمع فرمائے تھے جو سیرت المہدی جلد چہارم / پنجم کی صورت میں شائع ہونے تھے لیکن وہ شائع نہ ہو سکے البتہ ان کا مسودہ موجود تھا۔ اور ہمارے لٹریچر میں کئی جگہ "سیرت المہدی غیر مطبوعہ" کے نام سے اسی مسودے کی بعض روایات شائع ہوتی رہی ہیں۔ یہ مسودہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے محترم جناب میر مسعود احمد صاحبؒ ابن سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کے سپرد فرما دیا اور انہیں بعض ضروری ہدایات بھی فرما دیں۔ یہ سارا تفصیلی نوٹ آپ نے 15 جون 1958ء کو تحریر فرمایا جو روزنامہ الفضل 18 جون 1958ء میں شائع ہوا۔ وہ نوٹ یہ تھا۔

"سیرۃ المہدی حصہ چہارم و پنجم کا مسودہ

عزیز مکرم میر مسعود احمد صاحب فاضل کے سپرد کر دیا گیا

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

میری کتاب سیرۃ المہدی حصہ اول و دوم و سوم ایک عرصہ سے چھپ کر احباب جماعت کے سامنے آچکی ہے۔ یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کے متعلق خدا کے فضل سے کثیر التعداد عمدہ روایات اور مفید مواد پر مشتمل ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں اس کے مواد کا معتدبہ حصہ ایسا

ہے جو صرف اسی کے ذریعہ محفوظ ہوا ہے ورنہ وہ غالباً ضائع ہو جاتا۔ چنانچہ حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدہا اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ، اور حضرت منشی محمد عبد اللہ صاحب سنوریؓ، حضرت میر عنایت علی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے اصحاب کی اکثر روایات ایسی ہیں جو سیرۃ المہدی کے سوا کسی اور اشاعت میں شائع نہیں ہوئیں۔ اور گو بعض روایات پر گندی فطرت کے مخالفین نے اعتراض کیا ہے اور انہیں غلط رنگ دے کر سادہ طبع غیر احمدیوں کو دھوکا دینا چاہا ہے اور بالکل ممکن ہے کہ بعض روایات میں راویوں کے حافظہ یا سمجھ کی وجہ سے کوئی غلطی بھی ہو گئی ہو۔ کیونکہ حدیث کی طرح ہر زبانی روایت میں یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی سیرۃ المہدی نے تاریخی میدان میں سلسلہ احمدیہ کی عمدہ خدمت سرانجام دی ہے جس کی قدر و منزلت انشاء اللہ آگے چل کر اور بھی نمایاں ہو کر ظاہر ہو گی۔

بہرحال جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں اس کتاب کے تین حصے شائع ہو چکے ہیں اور ان کے علاوہ میرے پاس دو مزید حصوں کا مواد موجود تھا اور ان بقیہ حصوں کے مسودوں میں بھی خدا کے فضل سے کئی قیمتی روایات درج ہیں جن میں سے زیادہ نمایاں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مرحوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات ہیں۔ سو چونکہ اب میری صحت خراب رہتی ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں اس لئے میں نے ان دونوں حصوں کے مسودے میر مسعود احمد فاضل پسر حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دئے ہیں اور انہیں سمجھا دیا ہے کہ اگر اور جب انہیں ان حصوں کو مدون کر کے شائع کرنے کا موقع ملے تو نہ صرف روایات کو عقل و نقل کے طریق پر اچھی طرح چیک کر کے درج کریں بلکہ جہاں جہاں تشریح کی ضرورت ہو وہاں تشریحی نوٹ بھی ساتھ دے دیں۔ اسی طرح اگر سابقہ تین حصوں میں کوئی غلطی رہ گئی ہو یا کوئی روایت قابل تشریح نظر آئے تو سابقہ روایت کا حوالہ دے کر اس کی بھی تشریح کر دیں اور میں نے انہیں تاکید کر دی ہے کہ موجودہ زمانہ میں ہمارے مخالفوں کی گندی ذہنیت کے پیش نظر اصول یہ مد نظر رکھیں کہ کسی کمزور یا لاتعلق روایت کو تشریح کے ساتھ درج کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ اسے بالکل ہی ترک کر دیا جائے تاکہ کمزور حدیثوں کی طرح یہ روایتیں فائدہ کی بجائے نقصان کا موجب نہ بن جائیں۔ میں نے یہ تلخ سبق اپنے زمانہ کے مخالفین کی ناپاک اور پست ذہنیت سے سیکھا ہے۔

ہاں یاد آیا کہ حصہ چہارم اور حصہ پنجم کے مسودے میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اس

وصیت کا اصل کاغذ بھی شامل ہے جو حضور نے اپنی مرض الموت میں آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں تحریر فرمائی تھی اور پھر اسے مولوی محمد علی صاحب ایم اے مرحوم سے پڑھوا کر حضرت نواب محمد علی خانصاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا اور اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ اسی طرح بعض روایات حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدہا اور بعض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بھی اس مسودہ میں درج ہیں۔ اسی طرح اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بعض دستخطی تحریریں بھی شامل ہیں اور اس قرعہ کے کاغذات بھی اسی مسل میں ہیں جو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں ہم تین بھائیوں میں تقسیم ہوئی تھیں۔

فقط والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ 15 جون 1958ء"

(روزنامہ الفضل ربوہ مؤرخہ 18 جون 1958ء ص 5 کالم 4،3، جلد 12 / 47 نمبر 141)

محترم میر صاحبؒ نے یہ مسودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر خلافت لائبریری ربوہ میں دے دیا۔ اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی کے مبارک موقعہ پر نظارت اشاعت نے مئی 2008ء میں اس مجموعہ کو نظر ثانی کے بعد سیرت المہدی جلد دوم کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ اس سیرت المہدی جلد دوم کے صفحہ 327 سے ایک تتمہ شروع ہوتا ہے جس میں محمد نصیب صاحب، عبد الرحمٰن صاحب خلف میاں حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم، ملک حسن محمد صاحب، شیخ محمد احمد مظہر صاحب اور جناب کنور سین صاحب ابن لالہ بھیم سین صاحب کے خطوط ہیں، اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تحریک پر حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ کے تین مضامین شامل ہیں جو انہوں نے تحریر کر کے حضرت میاں صاحبؓ کو دیئے تھے اور آپؓ نے انہیں سیرت المہدی کے غیر مطبوعہ مواد کے ساتھ رکھا تھا۔ یہ مضامین ہیں:

1) جلسہ اعظم مذاہب لاہور 1896ء کی روئیداد
2) عید قربان 1900ء اور خطبہ الہامیہ
3) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری سفر لاہور اور حضور پُر نور کا وصال

کتاب کے آخر میں خاندان حضرت اقدسؑ کا شجرہ طیبہ اور قادیان دارالامان اور مقامات مقدسہ کے نقشے بھی شامل اشاعت ہیں۔

هستی باری تعالیٰ

اسلام کا پیش کردہ تصورِ خدا

بانئ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

’’عالم الغیب‘‘

(ا۔ر شامی)

ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اَب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے، اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

ایک عجیب و غریب اتفاق یہ ہے کہ دنیا کے اکثر مذاہب میں آخری زمانہ کے حوالہ سے خاص طور پر ذکر ملتا ہے اور یہ بھی کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کسی کو دنیا کی راہنمائی کے لئے مبعوث کرے گا۔ یہ وہ آخری زمانہ تھا جب انسانوں نے خدا تعالیٰ کو اس کی صفات سے جدا کیا ہوا تھا۔ ہندو یہ مانتے تھے کہ روح اور مادہ ازلی ابدی ہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ بعض ہندو فرقوں کا اعتقاد تھا کہ خدا الہام نہیں کر سکتا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر خدا کی وحدانیت پر قبضہ کر کے تثلیث کا جھوٹا عقیدہ گھڑ رکھا تھا۔ کوئی یہ مانتا تھا کہ خدا رحیم نہیں ہے اور گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ کسی کا یہ کہنا تھا کہ خدا نئی روحیں اور نیا مادہ پیدا نہیں کر سکتا۔ خدائے قادرِ مطلق کے ہوتے ہوئے لوگ اپنے ادنیٰ ادنیٰ کاموں کے لئے درباروں، آستانوں، بتوں اور پیروں فقیروں کے پاس جایا کرتے۔ اور افسوس صد افسوس کہ آنحضور ﷺ پر ایمان لانے والے اور صبح و شام قرآن کی تلاوت کرنے والے اور گھنٹوں قیام و سجود کرنے والے اور کئی کئی عمرے اور حج کئے ہوئے مسلمانوں نے بھی یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ خدا جو پہلے انسانوں سے ہم کلام ہوتا تھا اور براہِ راست اپنی مخلوق کی رہنمائی کرتا تھا وہ چودہ سو سال سے خاموش ہے اور اب الہام نہیں کرتا۔

اس زمانے میں ہندوستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے ایک شیر خدا اٹھا اور اس نے کہا اللہ ایک ذات جامع جمیع صفات کاملہ کا نام ہے جس کی تمام صفات کامل اور ازلی ابدی ہیں اور وہی اس جہان کا خالق ہے، وہی رازق ہے،

وہ رحمٰن ہے رحیم ہے اور کوئی چیز نہیں جو اس کے احاطہِ علم اور قبضہ قدرت سے باہر ہو۔ خدا تعالیٰ کی انہی صفات میں سے ایک صفت جس کا آپ نے خاص طور پر بیان کیا وہ یہی عالم الغیب ہونے کی صفت ہے کہ خدا تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب کا اظہار انہی لوگوں پر کرتا ہے جو اس کے پیارے ہوتے ہیں اور یہ ان کے سچے ہونے کی نشانی ہوتی ہے اور اسی طرح ان لوگوں کے رد کرنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی صفت عالم الغیب ایک تیغ براں ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات پاک کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور یہ سوچ بیٹھتے ہیں کہ دنیا کا کوئی خالق اور خدا نہیں۔

اس صفت کے لغوی معنیٰ:

لسان العرب:

علم :من صفات الله عزوجل العَلِيم والعالِمُ والعَلاَّمُ؛ قال الله عزوجل: وهو الخَلاَّقُ العَلِيمُ، وقال: عالِمُ الغَيْبِ والشَّهادةِ،وقال: عَلاَّمُ الغُيوب، فهو اللهُ العالمُ بما كان وما يكونُ قَبْلَ كَوْنِه، وبِمَا يكونُ ولَمَّا يكُنْ بعْدُ قَبْلَ أن يكون، لم يَزَل عالِماً ولايَزالُ عالماً بما كان وما يكون، ولا يخفى عليه خافيةٌ في الأرض ولا في السماء سبحانه وتعالى، أحاطَ عِلْمُه بجميع الأشياء باطِنِها وظاهرِها دقيقِها وجليلِها على أتمّ الإمْكان۔

علم، اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ اُس کے ناموں میں العلیم، العالم اور العلّام شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور وہی ہے جو بہت زیادہ پیدا کرنے والا، خوب علم رکھنے والا ہے“۔ اور فرمایا ”وہ غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے“۔ اور فرمایا ”وہ بہت زیادہ غیبوں کا جاننے والا ہے“

پس اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو ہر اُس چیز کو جانتی ہے جو ہو چکی اور جو ہونے والی ہے، بلکہ اُس کے ہونے سے پہلے ہی اسے جانتی ہے۔ اور جو چیز ابھی تک نہیں ہوئی، اُس کے ہونے سے پہلے بھی وہ اُس سے باخبر ہے۔

وہ ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور ہمیشہ جاننے والا رہے گا—جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا، سب اُس کے علم میں ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔

اُس کا علم تمام اشیاء کو گھیرے ہوئے ہے ان کے ظاہر و باطن، باریک و بڑے، ہر پہلو کو کامل ترین انداز میں محیط ہے۔

قاموس:

علم الغیب: اَلْعِلْمُ اللَّدُنِّیِّ اَلَّذِیْ لَمْ یُؤْتَ لِأَحَدٍ۔

ترجمہ: وہ خاص عطا کردہ علم جو کسی کو نہیں دیا گیا

معجم المعانی:

علم الغیب: وہ علم جو براہِ راست (اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا) خاص علم ہے، جو کسی کو نہیں دیا گیا۔

علّامُ الغیوب: یہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی صفت ہے؛ وہ ہر اُس چیز کو جاننے والا ہے جو پوشیدہ ہے، تمام رازوں سے باخبر ہے، اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے اسے بھی جانتا ہے۔ (سورۃ الأنعام، آیت 73)

علمُ الغیب: یعنی وہ خاص عطائی علم جو کسی انسان کو حاصل نہیں۔

عالَمُ الغیب: مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ جہان (یا دائرہ) ہے جسے انسان خود سے نہیں جان سکتا، بلکہ صرف انبیاء کے واسطے سے اس کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ نہ حواس کے دائرے میں آتا ہے اور نہ ہی عقل اسے براہِ راست پاسکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں اس صفت کی توضیح:

اس ذات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خوب روشنی ڈالی ہے جن میں سے چند اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”**ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔** یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے، اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے۔ اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اُس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا۔ اور جامع ہے تمام طاقتوں کا۔ اور مبدء ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شَے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال سے۔ اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اِس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اُسی کی عبادت کریں اور اُس کے آگے کوئی بات بھی اَنْ ہونی نہیں اور تمام روح اور اُن کی طاقتیں اور تمام ذرّات اور اُن کی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اُس کے

بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اُس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پاسکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں اُن کو دکھلاتا ہے اِسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اِسی سے اُس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے۔ اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے۔ اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُس کا کام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اُس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اُس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر اُن امور کے جو اُس کی شان کے مخالف ہیں یا اُس کے مواعید کے بر خلاف ہیں۔" (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309 تا 311)

اسلام کا خدا وہ خدا ہے جس کا علم وقت اور زمانے کی حدود و قیود سے بالاتر ہے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام عالم الغیبِ والشّھادۃ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

".........عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ عالم الشھادۃ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہو گا؟ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 372، 373)

آج کل الحاد کی وباء پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہی ہے اور دہریے خدا کے وجود پر مذہبی لوگوں سے دلیل مانگتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ عالم الغیب کو ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کو اِس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کے رُو سے اُس کو یقین آجائے کہ خدا ہے کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ اُن کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اِس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں در نہاں اسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے

آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 143)

اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر علم کا حصار اسی لئے بھی عقل تقاضہ کرتی ہے کیونکہ وہ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ ہے۔ جیسے ماں کو اپنے بچے کی ہر بات اور ہر حرکت کا علم ہوتا ہے باوجود اس کے کہ دوسروں کے لئے وہ بات یا وہ حرکت بے معنی ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی مخلوق کے ماضی، حال اور مستقبل کا عالم ہے۔ اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اور یہ اعلیٰ درجہ علم کا جو باری تعالیٰ کو اپنے تحقق الوہیت کے لئے اس کی ضرورت ہے اسی حالت میں اس کے لئے مسلم ہو سکتا ہے کہ جب پہلے اس کی نسبت یہ مان لیا جائے کہ اس میں اور اس کے معلومات میں اس قدر قرب اور تعلق واقع ہے جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں اور یہ کامل تعلق معلومات سے اسی صورت میں اس کو ہو سکتا ہے کہ جب عالم کی سب چیزیں جو اس کی معلومات ہیں اس کے دستِ قدرت سے نکلی ہوں اور اس کی پیدا کردہ اور مخلوق ہوں اور اس کی ہستی سے ان کی ہستی ہو یعنی جب ایسی صورت ہو کہ موجود حقیقی وہی ایک ہو اور دوسرے سب وجود اس سے پیدا ہوئے ہوں اور اس کے ساتھ قائم ہوں یعنی پیدا ہو کر بھی اپنے وجود میں اس سے بے نیاز اور اس سے الگ نہ ہوں بلکہ درحقیقت سب چیزوں کے پیدا ہونے کے بعد بھی زندہ حقیقی وہی ہو اور دوسری ہر ایک زندگی اسی سے پیدا ہوئی ہو اور اس کے ساتھ قائم ہو اور بے قید حقیقی وہی ایک ہو اور دوسری سب چیزیں کیا ارواح اور کیا اجسام اس کی لگائی ہوئی قیدوں میں مقید اور اس کے ہاتھ کے بندوں سے بندھے ہوئے اور اس کی مقرر کردہ حدوں میں محدود ہوں اور وہ ہر چیز پر محیط ہو اور دوسری سب چیزیں اس کی ربوبیت کے نیچے احاطہ کی گئی ہوں اور کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے ہاتھ سے نہ نکلی ہو اور اس کی ربوبیت کا اس پر احاطہ نہ ہو یا اس کے سہارے سے وہ چیز قائم نہ ہو غرض اگر ایسی صورت ہو تب خدائے تعالیٰ کا تعلق تام جو علم تام کے لئے شرط ہے اپنے معلومات سے ہو گا“

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 224،223 حاشیہ)

مزید فرمایا:

”اگر تمام ارواح اور ذرّات خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا شدہ نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ خدا تعالیٰ کو ان کے اندرونی حالات کا علم ہے اور جبکہ اس کے علم پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ اس کے برخلاف دلیل قائم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہماری طرح خدا تعالیٰ بھی اِن چیزوں کی اصل کُنہ سے بے خبر ہے۔ اور اس کا علم ان کے پوشیدہ در پوشیدہ اسرار پر محیط نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جیسے مثلاً ایک دوا اپنے ہاتھ سے طیار کی جاتی ہے یا اپنی

نظر کے سامنے ایک شربت یا گولیاں یا چند دواؤں کا عرق طیار کیا جاتا ہے تو بوجہ اس کے کہ ہم خود اس نسخہ کے بنانے والے ہیں ہمیں ان تمام دواؤں کا پورا علم ہوتا ہے اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں دوا ہے اور فلاں فلاں وزن کے ساتھ اِس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی عرق یا گولیاں یا شربت ایسا مَجْهُوْلُ الْكُنه ہو جس کو ہم نے بنایا نہیں اور نہ ہم ان اجزا کو جدا جدا کر سکتے ہیں تو ہم ضرور ان دواؤں سے بے خبر ہوں گے اور یہ بات تو بدیہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو ذرّات اور ارواح کا بنانے والا مان لیا جائے تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور خدا تعالیٰ کو ان تمام ذرّات اور ارواح کی پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ خود ان قوتوں اور طاقتوں کا بنانے والا ہے اور بنانے والا اپنی بنائی ہوئی چیز سے بے خبر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ وہ ان قوتوں اور طاقتوں کا بنانے والا نہیں ہے تو کوئی بُرہان اس پر قائم نہیں ہو سکتی کہ اس کو ان تمام قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے۔ اگر تم بغیر دلیل کے کہہ دو کہ اس کو علم ہے تو یہ ایک تحکّم ہے اور محض ایک دعویٰ ہے۔ لیکن جیسا کہ یہ دلیل ہمارے ہاتھ میں ہے کہ بنانے والا ضرور اپنی بنائی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اس کے مقابل پر کونسی دلیل آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جو چیزیں اپنے ہاتھ سے خدا تعالیٰ نے بنائی نہیں۔" (چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 360، 361)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب کو اپنے دو الہاموں کے تناظر میں بیان فرماتے ہوئے اسلام کے پیش کردہ خدا کو زندہ خدا ثابت کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ اور اس پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کو ایک عظیم نشان قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے ہماری جماعت کے ایمانوں میں اضافہ ہوگا۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو بڑھائے۔ پس کون ہے جو اسے روک لے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ بادشاہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ پھر وہ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے کب تھک سکتا ہے۔ آج سے 25 برس بلکہ اس سے بھی بہت پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ایسے وقت میں کہ ایک شخص بھی میرے پاس نہ آتا تھا اور کبھی سال بھر میں بھی کوئی خط نہ آتا تھا۔ اس گمنامی کی حالت میں میں نے جو دعوے کئے ہیں وہ براہین احمدیہ میں چھپے ہوئے موجود ہیں اور یہ کتاب مخالفوں موافقوں کے پاس موجود ہے بلکہ ہندوؤں عیسائیوں تک کے پاس بھی ہے۔ مکہ، مدینہ اور قسطنطنیہ تک بھی پہنچی۔ اسے کھول کر دیکھو کہ اس وقت خدا نے فرمایا يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ وَيَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ یعنی تیرے پاس دور دراز جگہوں سے لوگ آئیں گے اور جن راستوں سے آئیں گے وہ راہ عمیق ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو کثرت سے آئیں گے تو ان سے تھکنا نہیں اور ان سے کسی قسم کی بداخلاقی نہ کرنا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب

لوگوں کی کثرت ہوتی ہے تو انسان ان کی ملاقات سے گھبرا جاتا ہے اور کبھی بے توجہی کرتا ہے جو ایک قسم کی بد اخلاقی ہے پس اس سے منع کیا اور کہا کہ ان سے تھکنا نہیں اور مہمان نوازی کے لوازم بجالانا۔ ایسی حالت میں خبر دی گئی تھی کہ کوئی بھی نہ آتا تھا اور اب تم سب دیکھ لو کہ کس قدر موجود ہو۔ یہ کتنا بڑا نشان ہے؟ اس سے اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسی خبر بغیر عالم الغیب خدا کے کون دے سکتا ہے۔ نہ کوئی منجم نہ کوئی فراست والا کہہ سکتا ہے۔

ان حالات پر جب ایک سعید مومن غور کرتا ہے تو اسے لذت آتی ہے وہ یقین کرتا ہے کہ ایک خدا ہے جو اعجازی خبریں دیتا ہے۔ غرض اس خبر میں اس نے کثرت کے ساتھ مہمانوں کی آمد رفت کی خبر دی۔ پھر چونکہ ان کے کھانے پینے کے لیے کافی سامان چاہیے تھا اور ان کے فروکش ہونے کے لیے مکانوں کا انتظام ہونا چاہیے تھا۔ پس اس کے لیے بھی ساتھ ہی خبر دی یَأْتِیکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ۔

اب غور کرو کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے خود کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور ارادہ کر لیا ہے کون ہے جو اس کی راہ میں روک ہو۔ وہ خود ساری ضرورتوں کا تکفل اور تہیہ کرتا ہے۔ یہ بات انسانی طاقت سے باہر ہے کہ اس قدر عرصہ پہلے ایک واقعہ کی خبر دے کہ ایک بچہ بھی پیدا ہو کر صاحبِ اولاد ہو سکتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے جو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صادق کی نشانی پیشگوئی ہے اور یہ بہت بڑا نشان ہے جس پر غور کرنا چاہیے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان تدبر اور غور سے بڑھتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نشانوں پر غور نہیں کرتے ان کا قدم پھسلنے والی جگہ پر ہوتا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ انسان اپنے ایمان میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے اقوال، افعال اور قدرتوں کو نہ دیکھے۔

پس یہ سلسلہ اسی غرض کے لیے قائم ہوا ہے تا اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑھے۔ یہ نشان جو میں نے ابھی پیش کیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ایسا زبردست ہے کہ کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

برخلاف اس کے کسی دوسرے مذہب والے کو یہ حوصلہ اور ہمت کہاں ہے کہ وہ ایسے تازہ بتازہ نشان پیش کرے۔ جماعت کے لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ محض خدا کا کاروبار ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 197 تا 198)

اسی طرح ایک اور واقعہ بھی تذکرہ صفحہ نمبر 53 اپریل 1883ء میں درج ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ عالم الغیب واضح ہوتی ہے:

"ایک دفعہ اپریل 1883ء میں صبح کے وقت بیداری ہی میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی اور اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارہ میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا۔ اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو

پینتالیس 45 روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آگیا اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک ٹھیک اسی دن منی آرڈر روانہ ہوا تھا جس دن خداوند عالم الغیب نے اُس کے روانہ ہونے کی خبر دی تھی۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 567، 568 حاشیہ)

جس خدا کا تصور اسلام نے اپنے پیروکاروں کو دیا ہے وہ اپنی کل صفات میں کامل اور یکتا ہے اور کسی مخلوق کے لئے جائز اور ممکن نہیں کہ وہ کسی صفت میں بھی خدا تعالیٰ کی برابری کر سکے۔ بعض مسلمان آنحضور ﷺ کی ذاتِ باکمال کو بیان کرتے ہوئے افراط کا شکار ہو جاتے ہیں اور غلطی کھا جاتے ہیں اور یہ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بھی عالم الغیب تھے۔ اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

”۔۔۔غلط فہمی کی نسبت جواب یہ ہے کہ نبی برحق کی یہ نشانی ہرگز نہیں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرح ہر ایک مخفی بات کا بالاستقلال اس کو علم بھی ہو بلکہ اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدائے تعالیٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہل حق حضرت واجب الوجود کے علم غیب کی نسبت وجوبِ ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناعِ ذاتی اور امکان بالواجب عز اسمہ کا عقیدہ ہے۔ یعنی یہ عقیدہ کہ خدائے تعالیٰ کی ذات کے لئے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اس کی ہوِیت حقہ کی یہ ذاتی خاصیت ہے کہ عالم الغیب ہو۔ مگر ممکنات جو ھَالِکَۃُ الذَّات اور بَاطِلَۃ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرت باری عَزَّ اسْمُہٗ جائز نہیں۔ اور جیسا ذات کی رو سے شریک الباری ممتنع ہے ایسا ہی صفات کی رو سے بھی ممتنع ہے۔ پس ممکنات کے لئے نَظْرًا عَلٰی ذَاتِہِمْ عالم الغیب ہونا ممتنعات میں سے ہے۔ خواہ نبی ہوں یا محدث ہوں یا ولی ہوں، ہاں الہام الٰہی سے اسرار غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصہ ملتا رہا ہے۔ اور اب بھی ملتا ہے جس کو ہم صرف تابعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں نہ کسی اور میں۔“

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 477، 488)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کا وہ تصور پیش کیا ہے جو اسلام کی روح ہے۔ کوئی اور انسان یا معبودِ باطلہ اس درجہ قدرت کو حاصل نہیں کر سکتا جس پر اسلام کا خدا متمکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوبیوں اور کمالات کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”**ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں** کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ **اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔** یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس **دف** سے میں

بازاروں میں **مُنادی** کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21، 22)

اپنے مضمون کے آخر پر حضرت اقدس علیہ السلام کا ایک ارشاد پیش ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دل میں کس قدر درد ہے اور آپ کس قدر خواہش رکھتے ہیں کہ اسلام کے خدا کو مسلمان پھر سے اپنا لیں اور اس کی برکات اور حقانیت سے مستفیض ہوں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**اسلام کا خدا وہ خدا ہے** کہ ہر ایک جنگل میں رہنے والا فطرتاً مجبور ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ ہر ایک شخص کا کانشنس اور نور قلب گواہی دیتا ہے کہ وہ اسلامی خدا پر ایمان لائے۔ اس حقیقت اسلام کو اور اصل تعلیم کو جس کی تفصیل کی گئی آجکل کے مسلمان بھول گئے ہیں۔ اور اسی بات کو پھر قائم کر دینا ہمارا کام ہے۔ **اور یہی ایک عظیم الشان مقصد ہے جس کو لے کر ہم آئے ہیں۔**"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 191)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اپنے خطبہ عید الاضحیٰ فرمودہ مورخہ 10 جولائی 2022ء میں فرماتے ہیں:

"آج ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے عید الاضحیٰ یعنی قربانی کی عید منا رہے ہیں۔ اس قربانی کی یاد میں عید جو ہزاروں سال پہلے باپ بیٹے اور ماں نے دی تھی۔ **یہ کوئی وقتی قربانی نہیں تھی بلکہ مسلسل کئی سالوں پر پھیلی ہوئی قربانی تھی** اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور لاڈلے بیٹے کو ایک بے آب وگیاہ جگہ میں چھوڑ دیا۔ صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا۔ اور بیوی کو جب پتہ چلا کہ ہمیں اس جگہ اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑے جا رہے ہیں تو اس کے ایمان کا بھی کیا اعلیٰ معیار تھا۔ بڑے یقین سے اور عزم سے کہا کہ پھر جاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ ہے تو پھر خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا **اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ضائع نہیں کیا**۔ وہیں پانی کا بھی انتظام کر دیا، بلکہ مستقل انتظام کر دیا جو آج تک چل رہا ہے۔ خوراک کا بھی انتظام کر دیا بلکہ ایک شہر اس ریگستان میں آباد کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہر ضرورت کی چیز وہاں مہیا کر دی۔ دنیا کے ہر قسم کے پھل اور نعمتیں وہاں جمع کر دیے۔

ہر سال لاکھوں لوگ حج کے لیے وہاں جاتے ہیں اور جہاں عبادت کا فریضہ ادا کرتے ہیں وہاں دنیاوی نعمتوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سارا سال عمرے کے لیے بھی لوگ جاتے رہتے ہیں۔ کہاں تو وہ بے آب وگیاہ جگہ تھی اور کہاں لاکھوں لوگوں کے روزگار وہاں مہیا ہیں اور کروڑوں لوگوں کو خوراک وہاں میسر ہے۔

پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے کرنے کا اظہار کہ ایک وعدہ کیا اور ایک نشان کے طور پر اس کی چمک دکھلا دی۔ اس میں وہ نبی پیدا کیا اپنے وعدے کے مطابق جس پر آج تک کروڑوں لوگ روزانہ درود وسلام بھیجتے ہیں اور قیامت تک بھیجتے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا کہ تُو دنیا کے لیے بشیر اور نذیر کے طور پر بھیجا گیا ہے نہ کہ باقی انبیاء کی طرح صرف محدود علاقے اور زمانے کے لیے، تو پھر ایسے انتظام بھی فرما دیے کہ اس خاتم الانبیاء اور آخری رسولؐ کے پیغام کو بھی دنیا کے ہر ملک میں پہنچا دیا۔ تھوڑے سے عرصہ میں ایک وسیع علاقے پر اسلام کا پیغام پہنچ گیا اور اب دنیا کے ہر کونے میں پہنچا ہوا ہے۔ اس کے ماننے والے دنیا کے ہر کونے میں پیدا کر دیے۔ چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو عظیم الشان طریقے پر پورا کیا۔ پس یہ ہیں خدا تعالیٰ کے کام۔

جو اس کی طرف جھکتا ہے، اس کے حکموں پر عمل کرتا ہے، اس کی رضا کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار ہوتا ہے وہ سچے وعدوں والا اس سے اپنے پیار کا اظہار بھی کرتا ہے۔"

(خطبہ عید الاضحیٰ فرمودہ مورخہ 10 جولائی 2022ء مطبوعہ الفضل مورخہ 25 اکتوبر 2022ء)

Monthly

MUWĀZNA-E-MADHĀHIB

ISSN: 20491131

Editor: Mahfooz ur Rehman

JUNE 2026 | IHSAN 1405(HS)| DHUL HAJJAH 1447(HQ)| VOL.15 NO.06

Publishers: Additional Wakalat Tasneef
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, GU9 9PS, UK
Email: office@tasneef.co.uk
https://www.alislam.org/periodical/muwazna-e-madhahib